نومبر ۲۰۰۴ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

روزہ کی عظمت وفضیلت

حدیثِ قدسی کی روشنی میں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :

((قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ : الْحَسَنَةُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ' قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ' يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِیْ' لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ' وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ' وَلَخُلُوْفُ فِيْهِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ))

(صحیح مسلم' کتاب الصیام' باب فضل الصیام)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر انسان کے (نیک) عمل کو دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مگر روزے کا معاملہ دیگر نیکیوں سے مختلف ہے۔ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا' میری وجہ سے ہی وہ اپنا کھانا پینا چھوڑتا ہے۔ روزے دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی اس کے افطار کے وقت اور ایک خوشی اپنے ربّ کی ملاقات کے وقت' اور یقیناً اس کے مُنہ کی بُو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔''

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (المائدۃ:۷)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل اور اس کے میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے مانا اور اطاعت کی!

ماہنامہ میثاق لاہور

جلد: 53

شمارہ: 11

رمضان المبارک 1425ھ

نومبر 2004ء

فی شمارہ -/15

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

مجلس ادارت

حافظ عاکف سعید

سید قاسم محمود

حافظ خالد محمود خضر

سالانہ زرِ تعاون

- اندرون ملک 150 روپے
- ایشیا، یورپ، افریقہ وغیرہ 800 روپے
- امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ 1000 روپے

ترسیل زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مکتبہ خدام القرآن لاہور

مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور 54700، فون 03-5869501

فیکس: 5834000 ای میل: anjuman@tanzeem.org

ویب سائٹ ایڈریس: **www.tanzeem.org**

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی: 67۔ گڑھی شاہو، علامہ اقبال روڈ، لاہور

فون: 6366638-6316638 فیکس: 6305110

پبلشر: ناظم مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

طابع: رشید احمد چوہدری مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

✿ عرض احوال ____ 3

حافظ خالد محمود خضر

شھرٌ عظیمٌ ۔ شھرٌ مبارکٌ

✿ روزہ رمضان اور قرآن ____ 5

ڈاکٹر اسرار احمد

✿ رمضان شریف ____ 30

رحمتوں کا موسم بہار

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

✿ تعلق مع اللہ ____ 33

رمضان کے شام وسحر کے تناظر میں

عتیق الرحمٰن صدیقی

✿ اسلامی معاشرت ____ 41

چہرے کا پردہ (چند استفسارات کے جوابات)

ابوکلیم مقصود الحسن فیضی

✿ منہاج المسلم (۳۹) ____ 53

مسلمان کا طرزِ حیات

علامہ ابوبکر جابر الجزائری

✿ دعوت و تحریک ____ 63

بانی تنظیم اسلامی کے پانچ خطوط

✿ ان من الشعر لحکمة ____ 89

اسلام میں شعر کا معیار اور ذوقِ شعریت

قاضی عبد القادر

✿ جدید دنیائے اسلام ____ 92

بحرین

سید قاسم محمود

عرضِ احوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہِ نومبر کا میثاق آپ کے ہاتھوں میں ہے جو ماہِ رمضان المبارک کے عین وسط میں منظرِ عام پر آ رہا ہے۔ اس ماہِ مبارک کی خصوصی فضیلت کا سبب اس کا نزولِ قرآن کا مہینہ ہونا ہے۔ چنانچہ قرآن اور رمضان کو باہم دگر ایک خصوصی نسبت و تعلق حاصل ہے اور یہ ماہِ مبارک مسلمانوں کے لئے قرآن حکیم سے تجدیدِ تعلق کا مہینہ ہے۔ ماہِ صیام کے آغاز سے ایک ہفتہ پہلے بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ نے جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں ''روزہ' رمضان اور قرآن'' کے عنوان سے خطابِ جمعہ فرمایا اور اس میں ماہِ رمضان المبارک اور روزہ کی عبادت کے ساتھ قرآن حکیم کے باہمی تعلق کو قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح کیا۔ محترم ڈاکٹر صاحب کے اس خطاب کو تحریری صورت دے کر اس شمارے میں شائع کیا جا رہا ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں رمضان المبارک کا جو دوگونہ پروگرام عطا کیا ہے وہ دن کے روزے اور رات کے قیام پر مشتمل ہے اور احادیثِ نبویہؐ میں صیام و قیامِ رمضانِ مبارک کا ذکر بالکل متوازی انداز میں کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس دوگونہ پروگرام کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح ہم سارا دن روزے کی پابندیاں برداشت کرتے ہیں اسی طرح رات کا ایک بڑا حصہ ــــــ دو تہائی رات' نصف رات یا کم از کم ایک تہائی رات ــــــ قرآن حکیم کی معیت میں جاگ کر بسر کریں۔ اسی احساس کے پیشِ نظر آج سے اکیس سال قبل قرآن اکیڈمی لاہور میں نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن کا آغاز کیا گیا' جو دعوت رجوع الی القرآن کا اہم سنگِ میل ثابت ہوا اور اسے قرآن فہمی کے لئے ایک مؤثر ذریعے کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ دورۂ ترجمہ قرآن کے اس پروگرام کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ چند سال کے اندر اندر نہ صرف پاکستان کے طول و عرض میں بلکہ بیرونِ پاکستان بھی دورۂ ترجمہ قرآن کے حلقے قائم ہو گئے۔ اس سال بھی بحمد اللہ لاہور اور کراچی میں

متعدد مقامات کے علاوہ پاکستان کے بہت سے شہروں میں دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام جاری ہیں۔

پیش نظر شمارے میں ماہِ رمضان المبارک کے حوالے سے دو مزید مضمون شامل اشاعت کئے جا رہے ہیں' جو پروفیسر محمد یونس جنجوعہ اور جناب عتیق الرحمٰن صدیقی کے تحریر کردہ ہیں۔

ابوکلیم مقصود الحسن فیضی یوپی اَوَدھ (بھارت) سے تعلق رکھنے والے ایک جید عالم دین ہیں اور گزشتہ بیس برس سے سعودی عرب میں درس و تدریس اور دیگر دینی خدمات میں مصروف ہیں۔ انہوں نے چہرے کے پردے کے بارے میں چند استفسارات کے جوابات اپنے ایک خط میں بڑے مدلل انداز میں دیئے ہیں۔ خاص طور پر حضرت اُمّ ہانی اور حضرت اسماء (رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے بعض حضرات کو چہرے کے پردے کے بارے میں جو غلط فہمی لاحق ہوئی ہے اس کا ازالہ خالص علمی انداز میں کیا ہے۔ موصوف کا یہ خط اس شمارے میں شائع کیا جا رہا ہے۔

''دعوت و تحریک'' کے زیر عنوان اس شمارے میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کے ۹۸۔۱۹۹۷ء کے تحریر کردہ پانچ خطوط شائع کئے جا رہے ہیں۔ جن میں ایک تو اس عرصے کے دوران ان کے عوارض کا ذکر ہے' پھر ان تکالیف کے باوجود دین کی خدمت کی جو دُھن ان پر سوار رہی اور ان کے شب و روز جس بھاگ دوڑ میں گزرتے رہے اس کی تصویر بھی ہے' جس میں رفقاء تنظیم کے لئے یقیناً سبق آموزی کا بہت بڑا پہلو ہے۔

مزید برآں علامہ ابوبکر جابر الجزائری کی کتاب کا سلسلہ وار ترجمہ ''مسلمان کا طرزِ حیات'' سید قاسم محمود کے سلسلہ مضامین ''جدید عالم اسلام'' میں برادر اسلامی ملک بحرین کا تذکرہ اور قاضی عبدالقادر صاحب کا مرتب کردہ ''اسلام میں شعر کا معیار اور ذوقِ شعریت'' جیسے مضامین شامل اشاعت کئے جا رہے ہیں۔ ہمارے اس انتخاب کے بارے میں قارئین کی آراء کا انتظار رہے گا۔ OO

روزہ، رمضان اور قرآن

قرآن اکیڈمی لاہور میں

محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ

کا ۲۴ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ کا خطابِ جمعہ

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ...... امّا بعد:

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم۔ بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ط فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ط وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ ط فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ ط وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ ج فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ ط وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ط یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ ز وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰىکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾﴾ (البقرۃ)

رمضان المبارک کی آمد کے موقع پر مجھے روزہ کی حکمت، اس کے احکام، اس کے لئے ماہِ رمضان المبارک کے انتخاب کی حکمت، اور پھر روزے سے اور رمضان کے پروگرام سے اصلاً جو کچھ حاصل ہونا چاہئے، اس کے بارے میں کچھ باتیں آپ کے سامنے رکھنی ہیں۔

عربوں کے ہاں صوم کا قدیم تصور

پہلے تاریخی اعتبار سے یہ بات سمجھ لیجئے کہ اسلام کی جو عبادات ہیں ان میں سے بعض عبادات کسی نہ کسی صورت میں اہل عرب کے ہاں موجود تھیں۔ مثلاً لفظ ''صلوٰۃ'' ان کے ہاں پہلے بھی موجود تھا۔ وہ بھی نماز پڑھتے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس میں تالیاں پیٹتے اور سیٹیاں بجاتے تھے' لیکن ''صلوٰۃ'' کے نام سے بہرحال ایک عبادت ان کے ہاں رائج تھی' جسے حضورﷺ کے زمانے میں آ کر یہ شکل دی گئی جس طرح آج ہم نماز ادا کر رہے ہیں۔ حج کا معاملہ تو اکثر و بیشتر صحیح طرز پر ہو رہا تھا۔ البتہ انہوں نے اپنے طور پر یہ طے کر رکھا تھا کہ ہم چونکہ کعبے کے متولی ہیں لہٰذا ہم حرم کی حدود سے باہر نہیں جا سکتے۔ تو وہ باہر سے آنے والے لوگوں کے برعکس عرفات میں نہیں جاتے تھے' بلکہ منیٰ ہی میں مقیم رہتے تھے۔ ان کے اس طرزِ عمل کی اسلام نے اصلاح کر دی۔ باقی وہ قربانیاں بھی دیتے تھے اور طواف بھی کرتے تھے۔ تاہم تلبیہ وغیرہ میں انہوں نے مشرکانہ الفاظ اختیار کر لئے تھے۔ زکوٰۃ' صدقات اور خیرات کا تصور بھی ان کے ہاں موجود تھا' بلکہ اس ضمن میں وہ ایک دوسرے سے مسابقت بھی کرتے تھے کہ اُس نے اتنے غریبوں کو کھانا کھلایا تو میں اس سے زیادہ کو کھلاؤں گا۔

البتہ جہاں تک روزے کا تعلق ہے وہ اس طرح کی کسی عبادت سے سرے سے واقف ہی نہیں تھے۔ چنانچہ ہمیں پورے مکی قرآن میں لفظ ''صوم'' نہیں ملتا۔ تاہم اہل عرب کے ہاں صوم کا ایک تصور موجود تھا' جہاں سے قرآن نے یہ لفظ اخذ کر کے اسے اس عبادت کے لئے عنوان بنایا ہے۔ ان کے ہاں صوم کا تصور یہ تھا کہ وہ اپنے گھوڑوں کو بھوک' پیاس اور گرمی کی شدت برداشت کرنے کی مشق کراتے تھے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ ان کے ہاں لڑائی' غارت گری اور خانہ جنگی زندگی کے معمول کی حیثیت رکھتی تھی اور اس طرح کی مہم جوئی میں انہیں تیز رفتار سواری کی ضرورت ہوتی تھی۔ ان کی عام سواری اونٹ تھا' جو اُن کے ماحول کے ساتھ مطابقت رکھتا تھا کہ اسے خواہ ہفتوں پینے کو پانی نہ ملے' کھانے کو کچھ نہ ملے تب بھی اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بادِ سموم کی اسے

کوئی پروانہیں۔لیکن تیز دوڑنے کے لئے انہیں گھوڑا چاہئے تھا اور گھوڑا ایک نازک جانور ہے' اس کے اندر ایک تمکنت اور نزاکت ہے۔تو اسے ان سختیوں کا خوگر بنانے کے لئے وہ اسے بھوکا پیاسا رہنے کی مشق کراتے تھے۔مزید یہ کہ جب بادِسموم چلتی تھی تو عرب بدو اپنا چہرہ تو کپڑے کے اندر لپیٹ لیتے تھے' لیکن گھوڑے کا مُنہ سیدھا اُس طرف رکھتے تھے جدھر سے لو آ رہی ہوتی' تا کہ اس میں اس جھلسا دینے والی ہوا کو برداشت کرنے کا مادہ پیدا ہو جائے۔اس عمل کو وہ صوم کا نام دیتے تھے۔البتہ انسانوں کا روزہ رکھنا ان کے ہاں رائج نہیں تھا۔

روزے کے ابتدائی احکام

رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو یہاں آپؐ نے دیکھا کہ یہودی یومِ عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔آپؐ نے ان سے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے بتایا کہ اس روز ہمارے نبی حضرت موسٰی علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو آلِ فرعون سے نجات ملی تھی' فرعون اور اس کا لشکر غرق کیا گیا اور ہمیں آزاد کر دیا گیا' تو ہم اس دن کے شکرانے کے طور پر روزہ رکھتے ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ موسٰیؑ کے ہم تم سے زیادہ حق دار ہیں۔پھر آپؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ بھی یومِ عاشورہ کا روزہ رکھیں اور اس کے ساتھ ایک روزے کا اضافہ کریں تا کہ ان کا یہودیوں سے علیحدہ تشخص بھی قائم ہو جائے۔مسلمانوں میں روزے کی ابتدا یہاں سے ہوئی۔

اس کے بعد قرآن مجید میں روزے کا جو پہلا حکم آیا وہ اصل میں ایامِ بیض کے روزوں سے متعلق تھا۔چنانچہ حضور ﷺ نے ہر ماہ تین روزے لازم کر دیئے تھے۔ قرآن مجید میں شریعت کے احکام میں تدریج آئی ہے۔نماز میں تو اس قدر تدریج آئی ہے کہ پہلے رات کا دو تہائی حصہ' آدھا حصہ یا ایک تہائی حصہ کھڑے رہنے کا حکم تھا۔ اس کے بعد نرمی آنی شروع ہوئی۔باقی سب چیزوں میں شروع میں نرمی تھی' بعد میں رفتہ رفتہ سختی ہوئی۔شراب کے بارے میں پہلے صرف یہ کہا گیا کہ اس میں اگرچہ لوگوں کے لئے فائدہ بھی ہے' لیکن اس کے اندر گناہ کا پہلو زیادہ ہے۔پھر اگلا حکم آیا کہ اگر تم

شراب کے نشے میں ہو تو نماز کے قریب مت جاؤ۔ بہت سے لوگوں نے اسی پر شراب چھوڑ دی۔ پھر سورۃ المائدۃ میں آخری حکم آ گیا جس میں اسے "رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ" قرار دے دیا گیا۔ اہل عرب چونکہ روزے سے واقف نہیں تھے اس کے عادی نہیں تھے لہٰذا اگر ایک مہینے کے روزے فوراً رکھوا دیئے جاتے تو یہ معاملہ ان کے لئے بہت مشکل ہو جاتا۔ چنانچہ پہلے عادی بنانے کے لئے ہر ماہ تین دن چاند کی تیرہویں چودھویں اور پندرہویں تاریخ کے روزے لازم کئے گئے۔ قرآن حکیم میں روزے کا پہلا حکم انہی ایامِ بیض کے روزوں کے بارے میں آیا ہے۔ فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾

''اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلی اُمتوں پر فرض کیا گیا تھا' تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔''

عام طور پر ''صیام'' کا ترجمہ جمع کے صیغے میں ''روزے'' کر دیا جاتا ہے' جو درست نہیں۔ ''صیام'' دراصل ''صوم'' کی جمع نہیں ہے' بلکہ مصدر ہے۔ [صَامَ' یَصُوْمُ' صَوْمًا وَصِیَامًا] روزے کی فرضیت کا حکم دینے کے ساتھ ہی یہ فرما دیا گیا کہ یہ تمہارے لئے کوئی نیا حکم نہیں ہے' بلکہ تم سے پہلے جو اُمتیں گزر چکی ہیں ان پر بھی روزہ فرض کیا گیا تھا۔ چنانچہ یہود اور نصاریٰ کے ہاں بھی روزے کی عبادت موجود تھی۔

روزے کا مقصود ـــــ حصولِ تقویٰ

آیت مبارکہ کے آخر میں روزے کا مقصد بایں الفاظ بیان فرمایا گیا: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ ''تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے''۔ تقویٰ کا معنی ہے اللہ کے احکام کو توڑنے سے بچنا۔ اس کا لفظی معنیٰ بچنا ہے۔ یعنی دنیا میں اللہ کے احکام کو توڑنے سے بچو گے' برے کاموں سے بچو گے تو آخرت میں اللہ کے عذاب سے بچ جاؤ گے' جہنم سے بچ جاؤ گے۔ تو یہ دونوں جگہ کا بچنا ہے۔ اس روش کو تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لیکن بعض قوتیں ایسی ہیں جو انسان کو اِس روش پر چلنے سے روکتی ہیں۔ ان میں سے مثلاً

ایک قوت ہمارا اپنا نفس ہے۔ ہمارے نفسانی تقاضے اندھے بہرے ہیں۔ بھوک لگی ہے تو جو بھی مل جائے کھانا ہے' خواہ حلال ہے یا حرام! پیاس لگی ہے تو جو بھی مل جائے پینا ہے' چاہے جائز ہے یا ناجائز! شہوت کا جذبہ ابھرا ہے تو اسے پورا کرنا ہے' حرام یا حلال' جائز یا ناجائز' جس راستے سے بھی ہو۔ تو چونکہ انسان عام طور پر نفس کا غلام ہوتا ہے لہٰذا اس نفس کو قابو میں رکھنے کے لئے روزے کی صورت میں ایک ایکسرسائز دی گئی۔ آپ کو معلوم ہے کہ ملٹری میں ہر وقت مشقیں (exercises) کرائی جاتی ہے۔ اگرچہ جنگ کی نوبت تو کبھی کبھار آتی ہے لیکن مسلح افواج کو اس کے لئے ہمہ وقت تیار رکھا جاتا ہے۔ ان پر ملکی بجٹ کا سب سے بڑا حصہ خرچ کیا جاتا ہے اور انہیں جنگی مشقوں میں مصروف رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح کی یہ ایک مشق ہے جو روزے کی صورت میں اہل ایمان سے کرائی جاتی ہے کہ وہ پورا مہینہ صبح سے شام تک حلال چیز بھی نہیں کھائیں گے۔ حالانکہ بھوک لگ رہی ہے' کھانا موجود ہے' لیکن نہیں کھائیں گے' اس لئے کہ اللہ کا حکم نہیں' روزہ رکھا ہوا ہے۔ پیاس لگ رہی ہے' پانی موجود ہے' لیکن نہیں پئیں گے' اس لئے کہ اللہ کی اجازت نہیں' روزہ رکھا ہوا ہے۔ جنسی جذبہ ابھرا ہے' بیوی موجود ہے یا قانونی جائز لونڈی موجود ہے' آپ اس جذبے کی تسکین کر سکتے ہیں' لیکن نہیں کریں گے' اس کی اجازت نہیں ہے' اس لئے کہ روزہ رکھا ہوا ہے۔ تو یہ مشق اگر آپ کریں گے تو آپ میں وہ قوت پیدا ہو جائے گی جس کو عام الفاظ میں ضبطِ نفس کہا جاتا ہے۔ یعنی آپ اپنے نفس کو کنٹرول میں کر سکیں گے۔ اس نفس کا اور ہمارا معاملہ ایسا ہی ہے جیسے ایک گھوڑے اور اس کے سوار کا ہے۔ اگر گھوڑا زیادہ طاقتور ہے اور سوار کمزور ہے تو گھوڑا اسے کہیں نہ کہیں پٹخ دے گا۔ لیکن اگر سوار طاقتور ہے' اس کی رانوں میں جان ہے اور اُس نے گھوڑے کو اپنی رانوں کے درمیان کسا ہوا ہے تو پھر گھوڑا سوار کے اشارے پر حرکت کرے گا۔ تو نفس اگر مُنہ زور ہے تو وہ آپ کو کسی بھی وقت کسی بھی گناہ میں ملوث کر دے گا۔ چنانچہ نفس کو قابو میں رکھنے کے لئے آپ سے روزے کی یہ مشق کرائی جاتی ہے۔

آگے بڑھنے سے قبل دو الفاظ کا فرق سمجھ لیجئے۔ ایک ہے ضبطِ نفس (self control) اور ایک ہے نفس کُشی (self annihilation)—— نفس کُشی یعنی نفس کو کچل دینا اسلام میں نہیں ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ ہر حق دار کو اس کا حق دیا جائے۔ چنانچہ نفس کا جو بھی حق ہے وہ ادا کیا جائے اور اس کی حق تلفی نہ کی جائے۔ اللہ نے تمہارے اندر بھوک کا داعیہ رکھا ہے تو اس بھوک کو جائز طریقے سے پورا کرو۔ اسی طرح جنسی تقاضا جائز ذریعے سے پورا کرو۔ یعنی ضبطِ نفس ہو نفس کُشی نہیں۔ نفس کُشی رَہبانیت ہے اور رہبانیت کی ابتدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں نے کی تھی۔ سورۃ الحدید میں الفاظ آئے ہیں: ﴿وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ﴾ ''اور رہبانیت کی بدعت انہوں نے خود ایجاد کی' یہ ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی''۔ اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں ہے۔ نفس کو کچلنا اسلام کی تعلیمات میں نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ((اِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا)) ''یقیناً تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے''۔ لیکن اس کا حق جائز طریقے سے پورا کرو۔ نفس پر تمہارا کنٹرول ہونا چاہئے۔ نفس تو گھوڑا ہے' گھوڑے پر چڑھ کر تم جہاد کرو' اسے اللہ کے دین کے لئے استعمال کرو۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ تمہارا اس کے اوپر کنٹرول ہو۔ تو مجرد روزہ کی مشق ضبطِ نفس کے لئے ہے' جس کے لئے دینی اصطلاح تقویٰ (بچنا) ہے۔ یعنی نفس کے حملوں سے بچنا۔ لہٰذا حضور ﷺ نے فرمایا: ((اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ)) ''روزہ ڈھال ہے''۔ جیسے ڈھال سے آپ تلوار کے وار کو روکتے ہیں' سامنے سے اگر کوئی نیزہ لے کر آ رہا ہے تو اس کا وار آپ ڈھال پر روک لیتے ہیں' اسی طرح نفس کے حملوں سے اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے روزے کی مشق دی گئی ہے۔ پہلے ہر مہینے میں تین دن یہ مشق کرائی گئی۔ اس میں ٹھنڈے دن بھی آ گئے' گرم دن بھی آ گئے۔ روزے کی فرضیت کے پہلے حکم میں کچھ رعایتیں بھی رکھی گئیں۔ لیکن جب یہ بات مزاجوں میں کچھ راسخ ہو گئی تو پھر رمضان کے روزوں کا حکم دیا گیا۔

''گنتی کے چند دن'' کا مفہوم

فرضیتِ صیام کے پہلے حکم کے ضمن میں ارشاد ہوا: ﴿اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ ''یہ گنتی کے چند دن ہیں''۔ ہمارے جدید مفسرین اور مترجمین نے اکثر و بیشتر یہاں بڑی ٹھوکر کھائی ہے کہ وہ ان دو آیات (۱۸۳'۱۸۴) کو بھی صومِ رمضان سے متعلق سمجھتے ہیں۔ میں اپنے نوجوانی کے دور سے' جبکہ میں میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا اور درسِ قرآن دیا کرتا تھا' اس رائے کو درست نہیں سمجھتا تھا' بلکہ میرا وجدان یہ تھا کہ ان دو آیات کا تعلق ایامِ بیض کے تین روزوں سے ہے۔ بعد میں مجھے اسلاف سے اپنی رائے کی توثیق حاصل ہوگئی جب میرے علم میں آیا کہ یہی وقت مولانا انور شاہ کاشمیریؒ کی بھی اس ضمن میں یہی رائے ہے اور امام فخر الدین رازیؒ کی ''تفسیر کبیر'' میں بہت سے تابعین کی یہی رائے نقل ہوئی ہے کہ یہ رمضان کے روزوں کا ذکر نہیں ہے بلکہ ایامِ بیض کے تین روزوں کا ذکر ہے۔ فرمایا: ﴿اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ ''گنتی کے چند دن ہی تو ہیں!'' ظاہر ہے تیس دنوں کو تو گنتی کے چند دن نہیں کہہ سکتے۔ اور ویسے بھی ''مَعْدُوْدَاتٍ'' جمع قلت کا وزن ہے اور اس کا اطلاق نو تک کے عدد پر ہو سکتا ہے' اس سے زائد پر نہیں۔ تو یہ تین دن کے روزے تھے۔

اس موقف کی تائید اگلے رکوع میں واردان آیات سے بھی ہوتی ہے جن میں حج کا ذکر آیا ہے۔ آیت ۲۰۳ میں منیٰ میں قیام کے بارے میں فرمایا: ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ ''اور اللہ کو یاد کرو گنتی کے چند دنوں میں''۔ یوں سمجھئے کہ مناسک حج ادا ہوگئے۔ وقوفِ عرفہ بھی ہوگیا' قیامِ مزدلفہ بھی ہوگیا' قربانی بھی ہوگئی' حلق بھی ہوگیا' طوافِ زیارت بھی ہوگیا۔ اب اس کے بعد تین دن یا دو دن منیٰ میں مزید قیام ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا: ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ ''اور اللہ کو یاد کرو گنتی کے چند دنوں میں''۔ ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ﴾ ''پھر جو کوئی جلدی چلا گیا دو ہی دن میں تو اس پر کوئی گناہ نہیں''۔ ﴿وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ﴾ ''اور جو کوئی مؤخر کر دے (تین دن پورے کرے) تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔'' تو اصل میں

﴿اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ﴾ وہ تین دن ہیں جن کے بارے میں مَیں نے آپ کو بتا دیا۔

آگے اس ضمن میں دی گئی رعایتوں کا ذکر فرمایا: ﴿فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ﴾ ''پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ تعداد پوری کر لے دوسرے دنوں میں''۔ ﴿وَعَلَی الَّذِیۡنَ یُطِیۡقُوۡنَہٗ فِدۡیَۃٌ طَعَامُ مِسۡکِیۡنٍ ؕ﴾ ''اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں (پھر نہ رکھیں) تو ان کے ذمہ (ایک روزے کا) فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے''۔ اس رعایت کا تعلق بھی ایامِ بیض کے روزوں سے تھا کہ چونکہ تم ابھی روزہ رکھنے کے عادی نہیں ہو' لہٰذا اگر طبیعت آمادہ نہ ہو' اگرچہ نہ سفر پر ہو اور نہ بیمار ہو' تو فدیہ کے طور پر ایک مسکین کو کھانا کھلا کر روزہ قضا کر سکتے ہو۔ اگر بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں تعداد پوری کر لو' ورنہ ایک روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دو۔ آگے فرمایا: ﴿فَمَنۡ تَطَوَّعَ خَیۡرًا فَہُوَ خَیۡرٌ لَّہٗ ؕ﴾ ''پھر جو اپنی خوشی سے زیادہ نیکی کمائے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہے''۔ یعنی ایک کے بجائے زیادہ مسکینوں کو کھانا کھلائے' یا روزہ بھی رکھے اور مسکینوں کو بھی کھلائے تو یہ نورٌ علیٰ نور والا معاملہ ہوگا۔ لیکن ساتھ ہی ارشاد فرمایا: ﴿وَاَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸۴﴾﴾ ''لیکن اگر تم روزہ رکھو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھ سے کام لو''۔

رمضانِ مبارک: نزولِ قرآن کا مہینہ

اب اگلی آیت میں ماہِ رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم آیا۔ روزے کی یہ عبادت کسی بھی مہینے میں فرض ہو سکتی تھی' سارے مہینے اللہ کے ہیں' لیکن اس کے لئے ماہِ رمضان کا انتخاب اس لئے فرمایا گیا کہ یہ نزولِ قرآن کا مہینہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ((رَمَضَانُ شَھۡرُ اللّٰہِ وَشَعۡبَانُ شَھۡرِیۡ)) ''رمضان اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ ہے''۔ چنانچہ آپ ﷺ ماہِ شعبان میں کثرت سے نفلی روزے رکھتے تھے۔ گویا کہ رمضان کی تیاری ہو رہی ہے۔ آپ ﷺ کسی اور مہینے میں اتنی کثرت سے نفلی روزے نہیں رکھتے تھے جتنے شعبان میں رکھتے تھے۔

ارشاد ہوا: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ ''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا''۔اور قرآن کی مدح کیا ہے؟ ﴿هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ﴾ ''جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں''۔قرآن لوگوں کے لئے ہدایت ورہنمائی بنا کر نازل کیا گیا ہے اور یہ ہدایت ورہنمائی بھی گنجلک' مبہم یا پہیلیوں کے انداز میں نہیں' منطق کی زبان میں نہیں' بلکہ سادہ زبان میں' بڑے روشن' بہت واضح اور حق و باطل میں تمیز کر دینے والے مضبوط دلائل کی صورت میں ہے۔ یہاں قرآن حکیم کی متعدد شانوں میں سے تین اہم ترین شانیں بیان فرمادی گئیں کہ یہ صحیح راہ کی طرف راہنمائی کرنے والی کتاب یعنی الھدیٰ ہے' یہ بینات پر مشتمل ہے' اور یہ الفرقان یعنی حق و باطل میں امتیاز کرنے والی کتاب ہے۔

یہاں یہ جو فرمایا گیا کہ ''رمضان کے مہینے میں قرآن نازل ہوا'' تو اس کا مفہوم کیا ہے؟ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ حضور ﷺ پر یہ قرآن تیئیس (۲۳) سال کے عرصے میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا۔ چنانچہ یہاں وارد ہونے والے الفاظ کے دو مفہوم مراد لئے گئے ہیں۔ایک تو یہ کہ ماہِ رمضان میں وہ رات ہے جسے ''لیلۃ القدر'' کا نام دیا گیا ہے اور جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر اور افضل ہے۔اس رات میں قرآن کے نزول کا آغاز ہوا۔ جبکہ ایک مفہوم یہ ہے کہ اس مبارک رات میں پورا قرآن لوحِ محفوظ یا کتابِ مکنون سے سمائے دنیا تک اتار دیا گیا جو ہمارا سب سے قریب کا آسمان ہے۔ پھر یہاں سے حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ پر جستہ جستہ نازل کرتے رہے۔عربی میں ''اِنْزَال'' اور ''تَنْزِیْل'' میں وہی فرق ہے جو اعلام اور تعلیم میں ہے۔''اِعلام'' ہے کسی کو کچھ بتا دینا' جبکہ ''تعلیم'' ہے کسی کو کچھ سکھانا' اور سکھانے میں محنت کرنی پڑتی ہے' بار بار سمجھانا پڑتا ہے' ذہن نشین کرانا پڑتا ہے۔اسی طرح اِنْزال دفعۃً کسی چیز کو اتار دینا ہے' اور تنزیل (تعلیم کے وزن پر) تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا ہے۔قرآن مجید کے بارے میں یہ دونوں الفاظ آئے ہیں۔قرآن مجید میں لیلۃ القدر

کا بھی ذکر ہے۔ فرمایا: ﴿اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۝﴾ ''اَنۡزَلۡنٰهُ'' انزال سے ہے۔آیت زیرِ مطالعہ ﴿شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ﴾ میں'' اُنۡزِلَ'' بھی انزال سے ہے۔لیکن سورۂ بنی اسرائیل میں رسول اللہ ﷺ سے فرمایا گیا: ﴿وَقُرۡاٰنًا فَرَقۡنٰهُ لِتَقۡرَاَهٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکۡثٍ وَّنَزَّلۡنٰهُ تَنۡزِیۡلًا ۝﴾ ''اور اس قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تا کہ آپ ٹھہر ٹھہر کر اسے لوگوں کو سنائیں اور اسے ہم نے (موقع موقع سے) بتدریج اتارا ہے''۔ یہاں نَزَّلۡنٰهُ تَنۡزِیۡلًا فرمایا۔سورۃ الشعراء میں ارشاد ہوا: ﴿وَاِنَّهٗ لَتَنۡزِیۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ ۝ عَلٰی قَلۡبِكَ......﴾ ''یہ ربّ العالمین کی نازل کردہ کتاب ہے۔(اے نبیؐ!) اس قرآن کو لے کر آپ کے دل پر امانت دار روح (مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں) اتری ہے''۔ آپ ﷺ کے قلب مبارک پر یہ قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا۔ یہ تنزیل ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے کلام کی مدح وتعریف اور عظمت کے بیان میں کئی انداز اور اسلوب اختیار فرمائے ہیں۔اس موضوع پر میری تقاریر اور کتابچے موجود ہیں۔

رمضانِ مبارک میں روزہ کی فرضیت

آگے فرمایا: ﴿فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡکُمُ الشَّهۡرَ فَلۡیَصُمۡهُ ؕ﴾ ''پس جو کوئی بھی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو اُس پر لازم ہے کہ وہ اس کے روزے رکھے''۔اس حکم کے آنے کے بعد اب یہ اختیار نہیں رہا کہ اگر خود روزہ نہ رکھو تو ایک مسکین کو کھانا کھلا دو۔ ہاں اس اختیار کو حضور ﷺ نے اپنے حکم سے اُن مَرد وزن کے لئے قائم رکھا جو بہت بوڑھے ہوں اور ان سے فاقہ برداشت نہ ہو سکتا ہو اس میں جان جانے کا اندیشہ ہو۔ان کے لئے رخصت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔ یا کوئی ایسے مرض میں مبتلا ہے جس سے شفایاب ہونے کی اب توقع نہیں ہے۔ مثلاً ذیابیطس اس انتہا کو پہنچی ہوئی ہے کہ ڈاکٹر بھی کہتے ہیں کہ بھئی اب تو آپ کو اس کے ساتھ ہی زندگی گزارنی ہے اور اس کے ساتھ یہ احتیاطیں کرنی ہیں۔اور ذیابیطس کا مریض فاقہ برداشت نہیں کر سکتا۔لہٰذا ایسے لوگوں کے لئے جو پہلے ایک اضافی رعایت تھی اسے حضور ﷺ نے

باقی رکھا' ورنہ اب رمضان کے روزے فرض ہیں۔

آگے وہی الفاظ دہرا کر لائے گئے جو پہلے حکم کے ساتھ آئے تھے: ﴿وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط﴾ ''اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں (روزے رکھ کر) گنتی پوری کر لے''۔ ان الفاظ کی تکرار اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ یہ آیات ایک وقت میں نازل نہیں ہوئیں' بلکہ یہ دو مختلف اوقات میں نازل ہوئیں اور ترتیب میں حضور ﷺ کے حکم سے یہاں رکھ دی گئیں۔ یہاں پر وہ سابقہ رعایت ابھی تک برقرار ہے کہ اگر کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو روزہ چھوڑ دے اور اسے دوسرے دنوں میں رکھ لے۔ لیکن اس ضمن میں ہمارے ہاں بعض لوگوں کا رویہ بڑا متشددانہ ہوتا ہے اور وہ اس رعایت سے فائدہ اٹھانے کے لئے قطعاً تیار نہیں ہوتے۔ چنانچہ عام طور پر سفر میں بھی لوگ روزہ رکھتے ہیں۔ ۱۰۴ بخار چڑھا ہوا ہے' لیکن روزہ چھوڑنے کو تیار نہیں۔ گویا بڑا تقویٰ دکھا رہے ہیں اور بڑی دینداری کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ اگر اللہ نے اجازت دے رکھی ہے تو اس سے فائدہ نہ اٹھانا کفرانِ نعمت ہے۔ اس لئے فرمایا: ﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ز ﴾ ''اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے' سختی نہیں چاہتا ہے''۔ لیکن لوگ اپنے اوپر سختی کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ((لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ)) ''سفر میں روزہ رکھنا نیکی میں سے نہیں ہے''۔ نیکی کا یہ تصور تو تم نے اپنے دل میں گھڑ لیا ہے۔ آج کل کا سفر اگرچہ باسہولت ہوتا ہے لیکن سفر تو سفر ہے۔ گھر میں جو سکون و اطمینان ہوتا ہے وہ کبھی سفر میں نہیں ہوتا' انسان کے معمولات بدلے ہوئے ہوتے ہیں' لہٰذا اللہ نے جو رعایت دی ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اس ضمن میں ایک انتہا یہ بھی ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر سفر میں روزہ رکھا تو روزہ ہوا ہی نہیں' اس کی قضا دینی پڑے گی' کیونکہ وہ روزہ تم پر فرض نہیں تھا' اور جو تم نے رکھا وہ تو نفلی ہو گیا اور تمہارا فرض روزہ قضا ہو گیا' لہٰذا اب تمہیں قضا دینی پڑے گی۔ واللہ اعلم! بہرحال ارشاد ہوا: ''اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے' سختی نہیں چاہتا''۔

اس کے فوراً بعد فرمایا: ﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ﴾ ''(اس لئے تمہیں یہ طریقہ بتایا جارہا ہے) تا کہ تم روزوں کی تعداد پوری کرسکو''۔ یہ رعایتیں ضرور ہیں' لیکن چھوٹ نہیں ہے' تعداد بہر حال پوری کرنی ہوگی۔ اور اس معاملے میں اس قدر سختی ہے کہ اگر آپ نے رمضان المبارک کا کوئی روزہ بغیر کسی عذر کے چھوڑ دیا یا کوئی روزہ بلا عذر کسی وجہ سے توڑ دیا تو اس کی قضا ساٹھ روزے ہوں گے۔ اس کے بدلے میں آپ کو متواتر ساٹھ روزے رکھنے ہوں گے۔ آگے فرمایا: ﴿وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ﴾ ''اور تا کہ تم اللہ کی تکبیر کرو اس پر کہ جو ہدایت اس نے تمہیں دی ہے''۔ اس کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ اللہ کی تکبیر کرو' اللہ کی کبریائی کا اظہار کرو' اللہ کی بڑائی نافذ کرو۔ قرآن دیا گیا ہے تو اس کے احکام نافذ کرو' اس کے احکام پر عمل کرو' اس کے نظام کو قائم کرو! یہ تو بڑا اونچا مفہوم ہے۔ اور ایک اس کی عملی شکل یہ ہے کہ عید کے لئے جاتے ہوئے تکبیریں پڑھو' واپس آتے ہوئے تکبیریں پڑھو۔ تکبیر پڑھتے ہوئے ایک راستے سے جاؤ اور راستہ بدل کر دوسرے راستے سے واپس آؤ۔ لوگ اب ان آداب کو بھی بھول چکے ہیں۔ عید کی سویاں تو سب کو یاد ہیں' لیکن یہ یاد نہیں کہ عید کے لئے جاتے ہوئے اور واپس آتے ہوئے تکبیریں کہنی ہیں: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ پھر جب ہم عید کی دو رکعتیں پڑھتے ہیں تو اس میں چھ اضافی تکبیریں ہیں۔ اہلحدیث کے نزدیک بارہ ہیں۔ تو فرمایا کہ یہ جو تم پر اللہ کا انعام ہوا ہے کہ اس نے تمہیں قرآن کی شکل میں ہدایت دی ہے تو اس پر اللہ کی تکبیر کرو۔ ساتھ ہی فرمایا: ﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور تا کہ تم شکر کرسکو''۔

رمضان مبارک کے دو متوازی پروگرام ـــــ صیام و قیام

آیت مبارکہ کا مذکورہ بالا ٹکڑا ذرا غور سے سمجھنے کا ہے۔ اصل میں رمضان مبارک کا جو دو گونہ پروگرام ہے' قرآن میں اس کی ایک شق بیان ہوئی ہے' جبکہ دوسری شق کی وضاحت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے۔ اگر اس کا ذکر قرآن میں آ جاتا تو یہ بھی فرض ہو جاتی۔ رمضان کے اس پروگرام کی دوسری شق ''قیام اللیل'' ہے۔ رمضان

مبارک کے لیل ونہار کا دوگونہ پروگرام یہ ہے کہ دن میں روزہ رکھا جائے اور رات کا اکثر حصہ کھڑے ہو کر قرآن حکیم پڑھا جائے یا سنا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے شعبان کے آخری دن صحابہ کرام ؓ کو خطبہ دیا تھا جس کے راوی حضرت سلمان فارسی ؓ ہیں۔ ان کو حضور ﷺ سے اس قدر قرب تھا اور حضور ﷺ کو ان سے اتنی محبت تھی کہ آپؐ نے فرمایا کہ سلمان بھی ہمارے اہل بیت میں سے ہیں۔تو وہ راوی ہیں کہ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ آخِرِ یَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ: ''ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے شعبان کے آخری دن' اور فرمایا''۔((یَا اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِیْمٌ)) ''اے لوگو! تم پر ایک بڑا اعظمتوں والا مہینہ سایہ فگن ہو گیا ہے''۔ظل سائے کو کہتے ہیں۔قَدْ اَظَلَّكُمْ کی بہترین تعبیر مجھے انگریزی کے اس محاورے میں ملتی ہے: Coming events cast their shadows before یعنی آنے والے واقعات اپنا کچھ سایہ پہلے سے بھیجنا شروع کر دیتے ہیں۔تو اگرچہ رمضان کا مہینہ ابھی شروع نہیں ہوا' ابھی تو شعبان ہے' لیکن رمضان کا عکس آنا شروع ہو گیا ہے۔تو فرمایا: تم پر سایہ فگن ہو گیا ہے ایک بڑا اعظمتوں والا مہینہ ((شَهْرٌ مُبَارَكٌ)) ''بڑی برکتوں والا مہینہ''۔((شَهْرٌ فِیْهِ لَیْلَةٌ خَیْرٌ مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ)) ''وہ مہینہ جس میں ایک رات وہ بھی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے'' یعنی لیلۃ القدر۔((جَعَلَ اللّٰهُ صِیَامَهٗ فَرِیْضَةً)) ''اللہ نے اس کا روزہ رکھنا فرض کر دیا ہے''۔((وَقِیَامَ لَیْلِهٖ تَطَوُّعًا)) ''اور اس کی راتوں کو کھڑا رہنا تمہاری مرضی پر چھوڑ دیا ہے''۔قیام اللیل تو ہر شب میں نفل ہے' آپ کسی بھی رات اٹھ کر تہجد پڑھیں' اس کی بڑی فضیلت ہے' لیکن اس حدیث مبارک میں رمضان مبارک کی راتوں کے قیام کی اضافی ترغیب وتشویق اور تاکید ہے۔ چنانچہ الفاظ آئے ہیں: ((جَعَلَ اللّٰهُ صِیَامَهٗ فَرِیْضَةً وَقِیَامَ لَیْلِهٖ تَطَوُّعًا)) ''اللہ نے اس کا روزہ فرض قرار دیا ہے اور اس کی راتوں کا قیام تطوع ٹھہرایا ہے''۔حضور ﷺ نے صیام اور قیام دونوں کی نسبت اللہ کی طرف ٹھہرائی ہے۔

اب ہمیں قیام اللیل کی حقیقت سمجھنی ہے۔ قیام اللیل سے مراد ہے رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا اور اس میں قرآن کی تلاوت کرنا۔ قیام اللیل کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو سب سے پہلا حکم ان الفاظ میں ملا تھا: ﴿یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝﴾ ''اے کمبل میں لپٹ کر لیٹنے والے (ﷺ)! کھڑے رہا کرو رات کو سوائے اس کے تھوڑے سے حصے کے''۔ اب اگلی آیت میں اس کی تفصیل کی گئی: ﴿نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۝﴾ ''آدھی رات یا اس میں سے کچھ کم کرلو''۔ آدھی میں سے کچھ کم کریں تو تہائی رات بنتی ہے۔ ﴿اَوْ زِدْ عَلَیْهِ﴾ ''یا اس پر کچھ زیادہ کرو''۔ گویا کہ دو تہائی رات۔ ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۝﴾ ''اور پڑھتے رہا کرو قرآن کو ترتیل کے ساتھ''۔ یعنی خوب ٹھہر ٹھہر کر اس کے انوار کو اپنے اندر جذب کرتے ہوئے اسے اپنے روح اور قلب پر اتارتے ہوئے۔ یہ ہے قیام اللیل۔

اسی سورۃ المزمل کے آخر میں فرمایا: ﴿اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَكَ﴾ ''(اے نبی ﷺ!) آپ کے ربّ کو خوب معلوم ہے کہ آپ کبھی دو تہائی رات کے قریب' کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات قیام کرتے ہیں اور آپ کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ کا بھی یہ معمول ہے''۔ گویا ایک تہائی رات سے کم پر ''قیام اللیل'' کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اگر ((جَعَلَ اللّٰهُ صِیَامَهٗ فَرِیْضَةً وَقِیَامَ لَیْلِهٖ تَطَوُّعًا)) پر عمل کرنا ہے تو پھر کم از کم ایک تہائی شب کا قیام تو کریں' بلکہ اس سے آگے بڑھ کر دو تہائی اور آدھی شب قرآن کے ساتھ بسر کریں۔ قرآن کو پڑھیں' اسے اپنے قلب و روح پر اتاریں' اس کے انوار و تجلیات کو اپنے اندر جذب کریں' تب بات پوری ہوگی۔

اس سلسلے میں دو اور حدیثیں ملاحظہ کیجئے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اَلصِّیَامُ وَالْقُرْآنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ ' یَقُوْلُ الصِّیَامُ: اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ ' وَیَقُوْلُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ

فِیْهِ ' فَیُشَفَّعَانِ)) (رواہ احمد والطبرانی والبیهقی)
حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روزہ اور قرآن (قیامت کے روز) بندے کے حق میں شفاعت کریں گے۔ روزہ عرض کرے گا: اے ربّ! میں نے اس شخص کو دن میں کھانے پینے اور خواہشاتِ نفس سے روکے رکھا' تو اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما! اور قرآن یہ کہے گا کہ اے پروردگار! میں نے اسے رات کے وقت سونے سے روکے رکھا' لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما! چنانچہ (روزہ اور قرآن) دونوں کی شفاعت بندے کے حق میں قبول کی جائے گی۔''

اس حدیث پاک میں قرآن کریم کی سفارش جن الفاظ میں نقل ہوئی ہے اس پر ذرا غور کیجیے: ((وَیَقُوْلُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ)) ''قرآن کہے گا: میں نے اسے روکے رکھا نیند سے رات کے وقت''۔ اب خود ہی فیصلہ کیجیے کہ آپ گھنٹہ بھر میں جو تراویح پڑھ لیتے ہیں اس سے آپ کی نیند میں کوئی کمی ہوتی ہے؟ آج کل گیارہ بجے سے پہلے تو کوئی سوتا ہی نہیں' گویا رات ہی نہیں ہوتی' تو آپ نے نیند کی کوئی قربانی دی؟ ہاں ایک تہائی یا دو تہائی رات اگر جاگیں گے تو قربانی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں روزہ اور قرآن دونوں کی شفاعت کا مستحق بنائے۔ آمین!

اگلی حدیث میں دن کا روزہ اور رات کا قیام دونوں کو بالکل متوازی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ' وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ)) (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے گئے' اور جس نے رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا (قرآن سننے اور سنانے کے لئے) ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ اس کے بھی تمام سابقہ گناہ معاف کر دیے گئے۔''

صیام وقیام میں ''احتساب'' کا مفہوم

اس حدیث مبارک میں دن کا روزہ اور رات کا قیام' دونوں کے ساتھ ایمان اور احتساب کی شرط بیان ہوئی ہے۔ ''اِحْتِسَابًا'' کے دو ترجمے ہیں۔ ایک یہ کہ اجر و ثواب کی نیت سے' اور دوسرے یہ کہ خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ۔ یعنی روزہ رکھ کر انسان اپنے نفس کا بھی احتساب کرتا رہے۔ یہ نہ ہو کہ روزہ بھی رکھا ہوا ہے اور جھوٹ بھی بول رہا ہے' دھوکہ بھی دے رہا ہے اور سودی کاروبار بھی کر رہا ہے۔ اس طرح اس کا روزہ کہاں ہوا؟ اس ضمن میں تین احادیث مبارکہ ملاحظہ کیجئے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ))

(رواہ البخاری وابو داؤد والترمذی)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص (روزہ کی حالت میں) جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی حاجت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔''

ایسا شخص گویا فاقہ کر رہا ہے' اس کے روزے سے اسے کچھ حاصل نہیں ہو رہا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ اسی طرح اگر کوئی شخص رٹی رٹائی سی کوئی چیز سن رہا ہے' اس نے نہ تو قرآن کو سمجھا نہ اس پر کوئی غور کیا' تو وہ رات کا جاگنا بھی بے کار ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((کَمْ مِنْ صَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ صِیَامِهٖ اِلَّا الظَّمَاُ وَکَمْ مِنْ قَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ قِیَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ))

(رواہ الدارمی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں کہ جنہیں سوائے پیاس کے اُن کے روزہ سے کچھ نہیں ملتا' اور کتنے ہی قیام کرنے والوں کو ماسوا بے خوابی کے ان کے قیام سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔''

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((رُبَّ صَائِمٍ

لَیْسَ لَہٗ مِنْ صِیَامِہٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ قِیَامِہٖ اِلَّا السَّھَرُ))

(رواہ ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''بہت سے روزہ داروں کو ان کے روزہ سے سوائے بھوک کے کچھ حاصل نہیں ہوتا' اور بہت سے قیام کرنے والوں کو رت جگے کے سوا کچھ نہیں ملتا۔''

دونوں حدیثیں ایک ہی مفہوم کی حامل ہیں کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں جنہیں اپنے روزے سے سوائے بھوک پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ان کا نہ کوئی روزہ ہے نہ کوئی ثواب ہے' نہ کوئی روحانیت ہے نہ کوئی تقویٰ ہے۔ اسی طرح بہت سے رات کو کھڑے رہنے والے بھی ایسے ہیں جنہیں اپنے قیام سے سوائے رت جگے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ نیند تو گئی' لیکن ملا کچھ نہیں۔ قیام اللیل تو تب ہوگا جب قرآن آپ کے ذہن میں اترے' آپ کے قلب میں اترے' آپ کے اندر اس کے انوار جذب ہوں۔ تب تو کوئی فائدہ ہے' ورنہ کوئی فائدہ نہیں۔

متذکرہ بالا احادیث میں آپ نے دیکھا کہ رمضان المبارک کے دو گونہ پروگرام میں صیام اور قیام متوازی اور برابر برابر ہیں' لیکن ہمارے ہاں ''قیام اللیل'' کی جو صورت تراویح کے نام سے رائج ہے یہ کسی طرح بھی دن بھر کے روزے کے متوازی اور برابر نہیں ہے۔ لہٰذا غور طلب بات ہے کہ اس کا حل کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا قیام اللیل

اس ضمن میں سب سے پہلی بات تو یہ سمجھ لیجیے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کوئی نماز تراویح نہیں تھی' کوئی اجتماعی نماز نہیں تھی' بلکہ ترغیب وتشویق تھی کہ اپنے طور پر رات کو جاگ کر قیام کرو' اس میں قرآن پڑھو اور اسے سمجھو' اس پر غور کرو' تدبر کرو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی قیام اللیل کی کوئی اجتماعی صورت نہیں تھی۔ البتہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں تین رات باجماعت نوافل پڑھائے ہیں' جنہیں آپ تراویح کہہ سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ نوافل تہجد کے وقت پڑھائے اور ان کی تعداد آٹھ تھی۔ اس لئے کہ وہ آپ کی تہجد تھی' جس میں ہمیشہ آٹھ ہی نفل

ہوتے تھے۔آپ ﷺ کی تہجد ہمیشہ آٹھ نفل اور تین وتر کل گیارہ رکعتوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ایک رمضان مبارک میں آپؐ نے تین رات تہجد کی جماعت کرادی تھی۔ چوتھی رات حضور ﷺ برآمد نہیں ہوئے۔لوگ کھنکارتے بھی رہے کہ شاید حضور ﷺ کی آنکھ نہیں کھلی' لیکن حضور ﷺ باہر تشریف نہیں لائے۔صبح آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں مسلسل یہ نماز پڑھاتا تو یہ تم پر فرض ہو جاتی اور یہ تمہارے لئے بہت مشقت والی بات ہوتی۔اس لئے کہ مسلمان غریب بھی ہیں' امیر بھی ہیں۔دن بھر مشقت کرنے والے لوگ اگر دن کا روزہ ہی رکھ لیں تو بہت بڑی بات ہے۔مزدور بیچارہ جو تعمیر میں لگا ہوا ہے' وہ دن کا روزہ رکھنے کے بعد رات کو بھی دو تہائی' ایک تہائی یا آدھی رات تک جاگے' یہ اس کے لئے ممکن نہیں۔ہمارے اہل حدیث حضرات اسی حدیث کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ تراویح تو بس آٹھ رکعت ہے! حالانکہ بھئی اگر آپ کو یہی حدیث لینی ہے تو پھر صرف تین دن تراویح پڑھیں' اور پڑھیں بھی صرف تہجد کے وقت۔

تراویح اور اجماعِ اُمت

تراویح کا معاملہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں ایک رات رمضان مبارک کے دوران مسجد نبویؐ میں داخل ہوئے تو آپؓ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک کونے میں کھڑے ایک امام کے پیچھے قرآن سن رہے ہیں' کچھ لوگ دوسرے کونے میں اسی طرح استماعِ قرآن میں مشغول ہیں۔اس طرح پوری مسجد میں بیک وقت کئی جماعتیں ہو رہی تھیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قیام اللیل کا یہ نقشہ دیکھا تو فرمایا کیوں نہ ان کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا جائے! چنانچہ آپؓ نے فیصلہ کیا کہ عشاء کے فوراً بعد سب مل کر بیس رکعت نماز باجماعت ادا کریں گے۔یہ اجتہاد ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا' اور اہل سنت والجماعت کے چاروں فقہی مسالک حنفی' مالکی' شافعی' حنبلی سب اس پر متفق ہیں۔آٹھ رکعات تراویح اہل حدیث حضرات نے نئی بات نکالی ہے۔ ہمارے پیش نظر رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان رہنا چاہئے :((عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ)) ''تم پر لازم ہے میری سنت کی پیروی اور میرے خلفائے

راشدین کی سنت کی پیروی' جو ہدایت یافتہ ہیں''۔ خلیفہٗ راشد کے اجتہاد کو اجماعِ اُمت کی حیثیت حاصل ہے۔ ہم اہل سنت والجماعت ہیں' لہٰذا سنتِ نبویؐ کے بھی پابند ہیں اور خلافت راشدہ کے دوران ہونے والے اجماعِ اُمت کے بھی پابند ہیں۔

سعودی عرب کا معاملہ یہ ہے کہ چونکہ وہاں کا سرکاری مذہب حنبلی ہے' لہٰذا مسجد نبویؐ اور مسجد حرام دونوں جگہ بیس تراویح ہوتی ہیں۔ البتہ محلوں کے اندر جو مساجد ہوتی ہیں ان میں آٹھ آٹھ تراویح پڑھی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ وہاں پر عوام اور علماء کی اکثریت اہل حدیث ہے۔ البتہ رمضان مبارک کے آخری عشرے میں حرمین شریفین میں بیس تراویح کے علاوہ ایک قیام اللیل مزید ہوتا ہے' جو گویا رسول اللہ ﷺ کی متذکرہ بالا سنت پر جزوی طور پر عمل ہے۔ یہ بڑی پیاری نماز ہے جو نصف شب کے بعد ''قیام اللیل'' کے نام سے ادا کی جاتی ہے اور اس میں آٹھ نوافل کے اندر تین سوا تین پارے روزانہ پڑھے جاتے ہیں اور اس طرح ایک اور اضافی ختم قرآن ہو جاتا ہے۔ میں نے ۱۹۷۱ء میں اس میں شرکت کی تھی اور اس کی لذت مجھے آج تک یاد ہے۔

روح کی غذا کا اہتمام

اب یہ جو رمضان کا دوگونہ پروگرام ہے' دن کا روزہ اور رات کا قیام بالقرآن' اس کا حاصل کیا ہے؟ پہلا حاصل تو یہ ہے ﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''تاکہ تم شکر کر سکو''۔ تمہارے اندر قرآن کی عظمت جاگزیں ہو جائے۔ قراءت واستماعِ قرآن سے ہماری پیاسی روح سیراب ہو گی۔ ہمارا جسم زمین سے آیا ہے' اور اسی زمین سے ہمارے لئے زندگی کی تمام ضروریات پوری ہو رہی ہیں۔ ہمیں پینے کو پانی یہیں سے مل رہا ہے' ہماری تمام خوراک براہِ راست یا بالواسطہ زمین ہی سے حاصل ہو رہی ہے۔ جبکہ ہماری روح اللہ کے پاس سے آئی ہے۔ ہمارا جسم تو اس زمین سے آیا ہے اور یہیں چلا جائے گا' از روئے الفاظ قرآنی: ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى﴾ (طٰہٰ) ''اسی (مٹی) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی میں تمہیں دوبارہ لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں (قیامت کے دن) دوبارہ اٹھا کھڑا کریں

گے''۔ جبکہ ہماری روح کا معاملہ یہ ہے کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ہماری روح اللہ کے پاس سے آئی ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ﴾ (آیت ۸۵) ''اور یہ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ روح تو میرے ربّ کے امر میں سے ہے''۔ یہ زمین میں دفن ہونے والی شے نہیں ہے' یہ زمینی نہیں آسمانی شے ہے اور وہیں لوٹ جاتی ہے۔ اس روح کو بھی غذا کی ضرورت ہوتی ہے' لیکن اس طرف ہماری توجہ ہی نہیں ہوتی۔ ہمیں جسم کی تو ہر وقت فکر ہے۔ بھوک لگ رہی ہو فوراً کھانے کی طرف لپکتے ہیں' جسم کے دوسرے تقاضے بھی فوری طور پر پورے کرنے کی کوشش کرتے ہیں' لیکن روح کی فکر ہم نہیں کرتے۔ چنانچہ ہماری روح دب جاتی ہے' مضمحل ہو جاتی ہے' کمزور ہو جاتی ہے' بے ہوش ہو جاتی ہے' یہاں تک کہ مر بھی جاتی ہے۔ اسی لئے قرآن کہتا ہے: ﴿فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ (الروم: ۵۲) ''پس (اے نبیؐ!) آپ ان مُردوں کو نہیں سنا سکتے''۔ یہ مُردہ ہیں' انہیں زندہ مت کہو۔ ان میں جان تو ہے' روح نہیں ہے۔ ان کی روح مر چکی ہے۔ روح ان کے دلوں کے اندر دفن ہو چکی ہے۔ لیکن اگر یہ روح ابھی مری نہیں ہے' کمزور ہے' تو اسے آپ غذا دیں گے تو اس کے اندر طاقت آئے گی۔ جس طرح جسم کی غذا زمین سے آتی ہے اسی طرح روح کی غذا آسمان سے آتی ہے۔ چونکہ وہ خود آسمان سے آئی ہے لہٰذا وہیں سے اس کی غذا آتی ہے۔ قرآن اس کی غذا ہے۔ چنانچہ اس قرآن کے ذریعے سے راتوں کو کھڑے رہ کر اس روح کو تقویت دو' اسے مضبوط کرو' اسے طاقت مہیا کرو۔ مرغن کھانوں سے جسم میں طاقت ضرور آتی ہے لیکن اس سے روح دب جاتی ہے۔ جتنا نفس کا دباؤ بڑھے گا روح اتنی ہی دب جائے گی۔ دن بھر روزہ رکھنے سے آدمی کا جسم کچھ نہ کچھ مضمحل ہو جاتا ہے۔ چاہے سردی کا روزہ ہو' شام کے وقت ایک اضمحلال ہوتا ہے۔ روزے سے اگر جسم کا وزن کچھ کم ہوا تو روح کو کچھ ریلیف ملا۔ پھر آپ نے رات کو کھڑے ہو کر قرآن کے ذریعے سے اس کی آبیاری کی تو وہ تر و تازہ ہو گئی۔ جب وہ تر و تازہ ہو جاتی ہے تو پھر وہ اپنے ربّ کی

طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔

کیوں خالق ومخلوق میں حائل رہیں پردے؟

یہی وجہ ہے کہ آگے فرمایا: ﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ﴾ ''(اے نبیؐ!) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو (ان کو بتا دیجیے) میں تو قریب ہی ہوں''۔ میں دُور نہیں ہوں۔ ﴿اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ ''میں ہر دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں' جب اور جہاں مجھے پکارے''۔ صیام وقیام کے نتیجے میں جب ایک بندۂ مؤمن کی روح کو تقویت حاصل ہوئی اور اس کے قلب میں شکر کا جذبہ ابھرا تو اس کا عین تقاضا ہے کہ وہ اب اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو اور اس کے سامنے اپنا دست سوال دراز کرے۔ اب بندے کے دل میں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ میرا رب مجھ سے کتنی دور ہے؟ اس آیت میں اس سوال کا جواب دوٹوک انداز میں دے دیا گیا۔ یہاں گویا مذہبی استحصال سے نجات کا ایک میگنا کارٹا دے دیا گیا ہے۔ دنیا میں استحصال کی مختلف صورتیں رائج ہیں۔ ایک سیاسی استحصال ہوتا ہے' جبکہ ایک مذہبی استحصال ہے جس میں اللہ اور بندے کے درمیان پردے حائل کر دیے جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں مذہبی استحصال کا بہت بڑا ادارہ (institution) بزرگوں کے مزارات ہیں۔ ان کے مجاوروں کا دعویٰ ہوتا ہے کہ یہاں جو پیر دفن ہیں وہ چونکہ بڑے اونچے رتبے والے ہیں لہٰذا یہاں چادر چڑھاؤ' نذرانہ جمع کراؤ' کچھ ہمیں پیسے دو' ہم ان کے مجاور ہیں' تو اللہ تمہاری دعا سنے گا۔ بعینہٖ یہی موقف بُتوں کے پجاریوں کا ہوتا ہے۔ سومنات میں جو بہت بڑا بُت نصب تھا اس کے پجاری لوگوں کا مذہبی استحصال کر رہے تھے کہ ہماری مٹھی گرم کرو' یہاں چڑھاوے چڑھاؤ' خزانے میں سونے چاندی کے سکے ڈالو تو تم پر بھگوان کی نظرِ کرم ہو گی۔ چنانچہ خزانے کے اندر بے شمار پیسہ جمع تھا جو اُن پجاریوں کی ملکیت تھا۔ سلطان محمود غزنوی نے وہ بُت توڑا تو سارا خزانہ ساتھ لے گیا۔ اور عجیب بات ہے' لطیفہ بھی ہے' کہ یہ جو مذہبی استحصال کرنے والے طبقات ہیں وہ سب ''پ'' سے بنتے ہیں۔ (i) پجاری (ii) پروہت (iii) پنڈت

(iv) پیر (v) پوپ ـــــ دیکھئے یہ پانچ پ (PPPPP) جمع ہوگئی ہیں۔ ﴿أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ کے الفاظ کے ذریعے انسان کو اس مذہبی استحصال سے یکسر آزادی عطا کر دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے میرا گھر ہر وقت کھلا ہے' جب چاہو مجھ سے بات کرو۔ نماز پڑھنے کے لئے اور قرآن کی تلاوت کے لئے تو وضو کی ضرورت ہوتی ہے' جبکہ مجھے پکارنے کے لئے وضو کی ضرورت بھی نہیں۔ جب چاہو مجھے پکارو! ''اِذَا دَعَانِ'' کا صحیح ترجمہ ہوگا ''جہاں اور جب'' (there and then) ''میں تو پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں جہاں اور جب وہ مجھے پکارے''۔ یہ تو تم ہی غافل ہو کہ ہماری طرف توجہ ہی نہیں کرتے' تمہاری ساری توجہ دنیا کی طرف ہے' دنیا کے عیش اور اس کی سہولتوں کی طرف ہے کہ دنیا میں ہماری حیثیت زیادہ سے زیادہ ہو جائے' ہمارا رعب زیادہ ہو جائے۔ ہماری طرف تمہاری توجہ کہاں ہے؟

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے؟ راہروِ منزل ہی نہیں!

اللہ کی طرف متوجہ ہونے والا ہمارا نفس نہیں ہو سکتا' ہماری روح ہو سکتی ہے' اور روح ہم نے دبا رکھی ہے۔ ہماری روح کمزور ہے' مضمحل ہے' کیا پتہ مر ہی چکی ہو۔ ہم یہ نہیں دیکھتے کہ حلال کھا رہے ہیں یا حرام کھا رہے ہیں۔ ہم نے بینک سے قرضہ لے کر مکان تو بڑا شاندار بنا لیا لیکن کیا یہ حلال ہے؟ ہم نہیں سوچتے کہ یہاں ہمارا ایک ایک لمحہ جو گزر رہا ہے وہ حلال زندگی کا گزر رہا ہے یا حرام زندگی کا؟ بینک سے قرضہ لے کر ہم نے بہت بڑا کاروبار بڑھا لیا' لیکن یہ تو سراسر حرام ہے۔ تو غور طلب بات یہ ہے کہ اس روح پر جو نفس کا بوجھ ہے' اس کے پاؤں میں جو بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں' جب تک اسے ان سے آزاد نہیں کراؤ گے وہ اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتی۔

مجھ کو ہے تیری جستجو' مجھ کو تری تلاش ہے
خالق مرے کہاں ہے تو؟ مجھ کو تری تلاش ہے!

ہم اپنے ہائی سکول کے زمانے میں پانچویں سے لے کر دسویں تک چھ سال یہ نظم پڑھتے

رہے۔ دنیا اپنے خالق کو تلاش تو کرتی ہے' لیکن اللہ کہتا ہے کہ میری تلاش میں تمہیں جنگل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے' میں تو ہر جگہ' ہر آن موجود ہوں۔ ازروئے الفاظ قرآنی: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ (الحدید:۴) ''وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو''۔ گویا۔

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی!

اللہ تو تمہارے دل کے اندر موجود ہے۔ یہ جو تمہارے اندر روح ہے جس کا مسکن قلب ہے' اس روح کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ بالکل وہی ہے جو سورج کی کرن کا سورج کے ساتھ ہے۔ سورج کی کرن کروڑہا میل دُور سے چلی آ رہی ہوتی ہے' لیکن کیا اس کا تعلق سورج سے کٹ سکتا ہے؟ اسی طرح ہماری روح اللہ کے پاس سے آتی ہے لیکن یہ اللہ سے منقطع نہیں۔ ہاں منقطع اُس وقت ہوتی ہے جب ہم اپنے گناہوں سے' اپنی غفلت سے اپنے دلوں کو سیاہ کر لیتے ہیں' سخت کر لیتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کثرتِ ذنوب سے انسان کا دل مٹھی کی مانند بند ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ آپ قبر میں مُردے کو اُتار کر مٹی ڈال دیتے ہیں تو وہ قبر کے اندر بند ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں نفس انسانی کے بارے میں ارشاد ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝﴾ (الشمس) ''کامیاب ہو گیا جس نے اس کا تزکیہ کر لیا (اسے پاک کر لیا) اور ناکام ہو گیا جس نے اس کو مٹی میں دبا دیا''۔ یہ ہمارا مٹی کا وجود ہے' اس کے اندر ہم اپنی روح کو دبا دیتے ہیں۔

صیام و قیامِ رمضان کا حاصل

رمضان کے اس دوگونہ پروگرام کا حاصل کیا ہے؟ اس کے لئے اس حدیث قدسی کا مطالعہ کیجئے:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ : اَلْحَسَنَةُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِمِائَةِ

ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِيْ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ : فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوْفُ فِيْهِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ))

(صحیح مسلم' کتاب الصیام' باب فضل الصیام)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسان کے ہر (نیک) عمل کو دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مگر روزے کا معاملہ دیگر نیکیوں سے مختلف ہے۔ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا' میری وجہ سے ہی وہ اپنا کھانا پینا چھوڑتا ہے اور شہوت کے جذبات کو روکتا ہے۔ روزے دار کے لئے دو خوشیاں ہیں' ایک خوشی اس کے افطار کے وقت اور ایک خوشی اپنے ربّ کی ملاقات کے وقت۔ اور یقیناً اس کے مُنہ کی بُو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔''

اس حدیث کی روشنی میں مَیں نے ''عظمتِ صوم'' کے نام سے ایک کتابچہ تحریر کیا تھا۔ روزے کا روحِ انسانی سے تعلق سمجھنے کے لئے اور عظمت انسان سے واقفیت کے لئے اس کتابچے کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ روزہ' رمضان مبارک اور قرآن مجید کی عظمت و فضیلت سے آ گاہی کے لئے ''عظمت صیام و قیامِ رمضان مبارک'' اور ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' کا مطالعہ کیجئے۔

دورۂ ترجمۂ قرآن میں شرکت کی دعوت

میری آج کی گفتگو سے کوئی بات واضح ہوئی ہو اور آپ اگر واقعی چاہتے ہوں کہ رمضان کی برکتوں سے کسی درجے مستفیض ہو سکیں تو آپ اس مسجد میں نمازِ تراویح کے ساتھ ہونے والے دورۂ ترجمۂ قرآن میں شرکت کا فیصلہ کریں۔ یہ پروگرام اس مسجد میں گزشتہ اکیس سال سے ہو رہا ہے۔ ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فتوے کے مطابق تراویح کی بیس رکعات پڑھتے ہیں۔ ہر چار رکعات میں جتنا قرآن پڑھا جانا ہو پہلے بیٹھ کر اس کا ترجمہ اور مختصر تشریح سنتے ہیں اور پھر جب نماز میں امام صاحب اس کی قراءت کرتے ہیں تو یہ کسی نہ کسی درجے میں دل و دماغ کے اندر اتر رہا ہوتا ہے۔ چار

تراویح سے فارغ ہوکر پھراس سے اگلے حصے کا ترجمہ سنا جاتا ہے۔اس طرح چار یا پانچ گھنٹے میں دورۂ ترجمہ قرآن اور تراویح سے فراغت ہو جاتی ہے۔شروع میں تو اس کام میں چھ گھنٹے صرف ہوتے تھے' لیکن اس کے بعد ہم نے اسے ذرا مختصر کیا ہے۔گزشتہ دو برس سے میں خود یہ کام چھوڑ بیٹھا ہوں' اس لئے کہ اب میری صحت اس کا تحمل نہیں کر سکتی۔لیکن اللہ کا شکر ہے کہ میرے تین بیٹے یہ کام کررہے ہیں۔یہ تین بیٹے تو صلبی ہیں' جبکہ میرے سینکڑوں معنوی بیٹے بھی یہی کام کررہے ہیں۔کراچی میں تو چالیس پچاس جگہ دورۂ ترجمۂ قرآن کا پروگرام ہوتا ہے۔یہاں لاہور میں بھی پندرہ بیس جگہ تو لازمی ہوگا۔اس کے علاوہ ملتان' فیصل آباد' جھنگ' راولپنڈی اور اسلام آباد میں بھی یہ پروگرام ہوتا ہے۔

میں نے جب اس پروگرام کا آغاز کیا تو اس وقت میرے سامنے ایک مثال موجود تھی۔سہارن پور میں شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کی خانقاہ میں رمضان مبارک کی راتیں اس انداز سے بسر کی جاتی تھیں کہ ہر چار رکعت تراویح کے بعد ایک طویل وقفہ ہوتا جس میں لوگ منتشر ہو جاتے اور انفرادی طور پر تلاوتِ قرآن' نوافل اور ذکر وتسبیح میں مصروف رہتے۔اس طرح تقریباً سحری تک لوگ تراویح اور دیگر اعمال میں مشغول رہتے۔ہم نے یہ کیا کہ اس شب بیداری کو اجتماعی شکل دے دی اور دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام شروع کر دیا' تا کہ لوگ قرآن کے ساتھ جاگیں اور ان کا معاملہ ان قیام کرنے والوں کا سا نہ ہو جنہیں سوائے رت جگے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا' بلکہ اگر وہ قرآن کے ساتھ جاگ رہے ہیں تو قرآن کے کچھ انوار اُن کے قلوب و اذہان میں اتر رہے ہوں۔یہاں اس بار دورۂ ترجمۂ قرآن کی ذمہ داری عزیزم ڈاکٹر عارف رشید ادا کریں گے۔آپ حضرات ہمت کریں اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہوں' اور آٹھ تراویح پڑھ کر نہ جائیں بلکہ پوری بیس تراویح پڑھ کر جائیں۔ قرآن کا کچھ حصہ سن لینا اور کچھ حصہ چھوڑ دینا مناسب نہیں ہے۔قرآن تو سارا کا سارا رحمت ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کا عظیم ترین معجزہ ہے۔

اقول قولی ھذا واستغفر اللہ لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات

شہرٌ عظیمٌ...... شہرٌ مبارکٌ

رمضان شریف

رحمتوں کا موسم بہار

تحریر: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

رمضان شریف قرآن مجید کی سالگرہ کا مہینہ ہے۔قرآن انسانوں کے لئے نعمت عظمٰی ہے' کیونکہ یہ لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاتا ہے تاکہ وہ اپنے مقصد حیات سے آگاہ ہو کر پاکیزہ زندگی بسر کریں۔ رمضان شریف کو ایک حدیث مبارکہ میں ''شَهْرٌ عَظِيمٌ'' اور ''شَهْرٌ مُّبَارَكٌ'' کہا گیا ہے۔اسی مہینے میں ایک وہ رات بھی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

رمضان ماہِ صیام ہے۔ اس کے روزے ارکان اسلام میں سے ہیں۔ ہر صحت مند مسلمان کے لئے اس کے روزے رکھنا فرض ہے۔ اللہ کی رحمت کی وسعت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ وہ اپنی مخلوق پر حد درجہ مہربان ہے۔ انسان مکلف مخلوق ہے۔نیکی اور بدی کے دونوں راستے اس پر واضح کر دیئے گئے ہیں۔اب اُس کی مرضی ہے کہ وہ کون سی راہ اختیار کرتا ہے۔ رمضان شریف کے شب و روز اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مظہر ہیں۔ دن کا روزہ اور رات کا قیام اجر عظیم کا باعث ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بشارت دی ہے کہ جو شخص اس ماہ میں دن کو روزے رکھے اور اس دوران غیبت' جھوٹ' وعدہ خلافی اور دیگر گناہ کے کاموں سے مکمل پرہیز کرے' پھر اس ماہ کی راتیں اللہ کے حضور پُر خلوص عبادت میں گزارے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ حدیث ملاحظہ ہو:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ' وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ' وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ)) (رواہ البخاری ومسلم)

''حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور احتساب کے ساتھ اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے۔ اور جس نے رمضان کی راتوں کو قیام کیا ایمان اور احتساب کے ساتھ اس کے بھی تمام سابقہ گناہ معاف کر دیئے گئے۔ اور جو لیلۃ القدر میں ایمان اور احتساب کے ساتھ کھڑا رہا اس کی بھی تمام سابقہ خطائیں بخش دی گئیں''۔

اس حدیث میں رمضان المبارک شایانِ شان طریقے سے گزارنے کا انداز واضح کیا گیا ہے۔ اس مہینہ میں مسلمانوں کو خصوصی لائحہ عمل اختیار کر کے اللہ کی رحمتیں وصول کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ رمضان کی آمد کے موقع پر صحابہ کرام ؓ کو خاص طور پر کمر ہمت کس لینے کی تاکید کرتے تھے۔ رمضان میں دن کا روزہ اور رات کا قیام گناہوں کی بخشش کا باعث ہے۔ شرط یہ ہے کہ اس عمل میں خلوصِ نیت کے ساتھ خود احتسابی کا عنصر بھی ہمہ وقت سامنے رہے۔ خود احتسابی کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کی ہر ساعت میں یہ احتیاط ملحوظِ خاطر رہے کہ ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہ، حق تلفی اور نافرمانی سے بچنا ہے اور اللہ کی رضا کا طالب رہ کر اس سے اجر و ثواب کا امیدوار رہنا ہے۔ اگر انسان ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اس کا دُوررس نتیجہ بھی ضرور سامنے آئے گا کہ وہ شخص رمضان کے بعد بھی اپنے قول و فعل میں احتیاط کا عادی ہو جائے گا اور رمضان کی یہ پریکٹس اُسے تقویٰ شعار انسان بنا دے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ رمضان وہ مہینہ ہے جس کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آتشِ دوزخ سے آزادی کا ہے۔ پس خالق رحیم و کریم کی طرف سے اس پیشکش کا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

رحمت حق بہا نمی جوید
رحمت حق بہانہ می جوید

''اللہ کی رحمت معاوضہ طلب نہیں کرتی، بلکہ رحمت حق تو بہانہ تلاش کرتی ہے''۔

فارسی کا ایک اور مشہور شعر ہے ؎

من نکردم خلق تا سودے کنم
بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

''میں نے مخلوق اس لئے پیدا نہیں کی کہ اس میں میرا کوئی فائدہ ہے، بلکہ میں نے مخلوق اس لئے پیدا کی ہے کہ میں اپنے بندوں پر رحمت برساؤں''۔

پس انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے عمل و کردار سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کا مورد (recipient) بن جائے۔ کیونکہ کسی چیز کے حصول کے لئے حق دار بننا ضروری ہوتا ہے۔ پس ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے receiver صحیح رکھیں' یعنی کردار و عمل میں اس قدر احتیاط کریں کہ رمضان کے ایام ولیالی میں کوئی معصیت سرزد نہ ہونے پائے' کیونکہ رمضان رحمت اور برکت کا موسم ہے۔ اس موسم میں نیکیاں اس طرح پھلتی پھولتی ہیں جس طرح موسم بہار آنے پر زمین پر سبزہ لہلہا اٹھتا ہے اور کیاریاں رنگ برنگے پھولوں کے ساتھ بھر جاتی ہیں۔

بڑے مبارک ہیں وہ لوگ جو رمضان المبارک میں روزوں کی بھوک پیاس اور راتوں کے جاگنے کی محنت و مشقت رضائے الٰہی کے لئے برداشت کرتے ہیں اور ارزانی رحمت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور وہ لوگ بڑے خسارے میں ہیں کہ رمضان آیا مگر اُن کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ انہوں نے اس ماہ کا نہ تو سنجیدگی کے ساتھ استقبال کیا اور نہ ہی اس کی رحمتوں کو سمیٹنے کا اہتمام کیا۔ ان لوگوں کی مثال ایسی ہے کہ خوش گوار ہواؤں اور سازگار ماحول کے ساتھ موسم بہار کی فضا معطر ہوئی' ہلکی ہلکی بارش ہوئی' مگر بنجر اور بانجھ زمین ویسی کی ویسی مردہ پڑی رہی' جبکہ اس کے چاروں طرف روئیدگی نے زمین میں زندگی پیدا کر دی اور پودے جھوم اٹھے۔

رمضان المبارک کا بہترین تحفہ

ڈاکٹر اسرار احمد کی مقبول عام تالیف

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

خود پڑھئے اور دوستوں اور عزیزوں کو تحفتاً پیش کیجئے!

دورانِ ماہِ رمضان اہل وعیال اور عزہ واقارب کے ساتھ اجتماعی مطالعہ کیجئے!

اشاعت خاص : 20 روپے اشاعت عام : 10 روپے

تعلّق مع اللّٰہ

رمضان کے شام وسحر کے تناظر میں

تحریر: عتیق الرحمٰن صدیقی

ہم اگر دین وشریعت کی تمام تر تعلیمات کا نچوڑ اور خلاصہ صرف ایک ہی لفظ میں بیان کرنا چاہیں تو وہ لفظ ''تقویٰ'' ہے۔ یہ جامعیتِ کبریٰ کا حامل لفظ معانی کا ایک سمندر اپنے من میں سمیٹے ہوئے ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کے معنی بچنے' پرہیز کرنے اور لحاظ کرنے کے ہیں' لیکن وحیٔ محمدی ﷺ کی اصطلاح میں یہ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہمیشہ حاضر و ناظر ہونے کا یقین پیدا کر کے دل میں خیر وشر کی تمیز کی خلش اور خیر کی طرف رغبت اور شر سے نفرت پیدا کر دیتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تقویٰ ضمیر کے اُس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام میں اللہ کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اس قلبی احساس سے ایک خاص عملی رویہ بھی وجود میں آتا ہے اور یہ عملی رویہ اللہ کی اطاعت اور اس کی رضا جوئی سے عبارت ہوتا ہے۔ انسان چوکنا ہو جاتا ہے' اللہ کی گرفت سے اندیشہ ناک رہتا ہے اور برابر لرزتا اور کانپتا رہتا ہے' اس میں خدا کی عظمت اور اس کے غضب کا خوف سما جاتا ہے' تاکہ اس سے کسی لمحے ایسی حرکت سرزد نہ ہونے پائے جو اُس کے ربّ کی ناراضی پر منتج ہو۔

ہم اگر نماز' زکوٰۃ' روزہ' حج اور دیگر تمام تر تعلیمات اسلامیہ کے منشاء ومطلوب کو پانا چاہیں تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم اپنے ہر عمل کے قالب میں تقویٰ کی روح کو بیدار کر لیں۔ کتابِ مبین بھی ہمارے لئے اسی وقت راہبر وراہنما بنے گی جب ہم اس روح سے سرشار ہوں گے اور زندگی کی شاہراہ پر گامزن ہوئے تقویٰ ہمارا زادِراہ ہوگا۔ ہم اللہ کا گھر تعمیر کرنا چاہیں' درس وتدریس اور ذکر واذکار کی محافل سجانا چاہیں' اسلام کے اخلاقی نظام کو بروئے کار لا کر ایک ایسی پاکیزہ سوسائٹی کی تشکیل کرنا چاہیں جو امن وسلامتی کی پیام بر ہو تو

اس عمارت کی اساس تقویٰ پر ہوگی۔ایسے میں دُنیوی اوراُخروی طور پر ہمیں فوز وفلاح کی ضمانت میسر آئے گی۔ازروئے الفاظ قرآنی:﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ۝﴾ (النبأ) ''بے شک تقویٰ والوں کے لئے کامیابی ہے''۔گویا انجام کار تقویٰ والوں کے لئے ہے اور اللہ سے دوستی اور محبت کے سزاوار بھی وہی ہیں۔﴿فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۝﴾(آل عمران)''تو بے شک اللہ تعالیٰ متقین سے پیار کرتا ہے''۔اللہ تعالیٰ کی معیت کا شرف ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔یہ ''تا نہ بخشد خدائے بخشندہ'' کے مصداق انہی افراد کو میسر آتا ہے جو تقویٰ کی عظیم نعمت سے سرفراز ہوں۔ارشادالٰہی ہے:﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ۝﴾(التوبۃ)''اور جان لو کہ بے شبہ اللہ تقویٰ والوں کے ساتھ ہے''۔اور درِ قبولیت بھی انہی کے لئے وا ہوتا ہے۔ارشادربانی ہے:﴿اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ۝﴾ (المائدۃ)''اور اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں ہی کا عمل قبول فرماتا ہے''۔

متقی دراصل وہ ہے کہ اس کی زندگی کے ہر شعبہ' ہر کام اور ہر پہلو میں سچائی غالب ہو۔وہ صرف ابدی سچائی پر ایقان رکھتا ہو' حالات کی نامساعدت اور گرد و پیش کی مزاحمت و مخاصمت اس میں ذرّہ بھر لرزش نہ پیدا کرتی ہو'اس کے دل میں شعائر اللہ کی تعظیم رچی بسی ہو اور ہر مرحلہ میں صبر وعزیمت کا پیکر بن کر نمودار ہوتا ہو۔یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے جانچ رکھا ہوتا ہے۔حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کے مجمع میں ارشادفرمایا:((اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا)) (مسلم)''تقویٰ یہاں ہے''۔آپؐ نے یہ کہتے ہوئے دل کی طرف اشارہ فرمایا۔گویا تقویٰ دل کی پاکیزہ ترین اور اعلیٰ ترین کیفیت کا نام ہے جو تمام نیکیوں کی محرک ہے اور وہی مذہب کی جان اور دینداری کی روح ہے اور یہی تمام تر عبادات و طاعات کا ماحصل ہے۔

اب عبادات وطاعات کا یہ ماحصل اور نچوڑ ہم کیسے پائیں! نہ صرف انفرادی طور پر بلکہ اجتماعی اعتبار سے بھی یہ گوہر مقصود کیسے حاصل کریں! دل کی ویرانی کو کیسے بہار آشنا کریں! کیونکر ایک اسلامی معاشرہ وجود میں آ جائے اور اسلام کی فیوض و برکات سے ہر کوئی متمتع ہونے لگے! یہ اسی وقت ممکن ہے کہ ہم اپنی نفسانی خواہشات اور شہوات کو کچھ حدود و قیود کا پابند بنالیں' نفس کو من مانی کرنے سے باز رکھیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بڑی صراحت کے ساتھ یہ بیان فرمایا کہ:

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ

الْمَاْوٰی ﴿ؕ﴾ (النّٰزعٰت)

''رہا وہ شخص جس نے اپنے دل میں یہ ڈر رکھا کہ اسے اپنے ربّ کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور اپنے نفس کو خواہشوں کی پیروی سے روکا تو یقیناً جنت ہی اس کا ٹھکانا ہوگی۔''

نماز بندے کو اللہ کے قریب کرتی ہے' اللہ سے اس کا ربط وضبط بڑھاتی ہے۔ حج کا سفر تمام عبادات کا جامع ہے' تعلق باللہ کے قائم کرنے میں اس کا ایک عظیم کردار ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی انسانی نفس پر شاق گزرتی ہے۔ قرآن حکیم کی تلاوت اور اس میں غور وتدبر' اوراد و وظائف اور نفلوں کی ادائیگی اس کے باطن کو نور ونکہت سے آشنا کرتے ہیں۔ مگر ان تمام تر عبادات میں نفس کے لئے زیادہ اذیت رساں اور اضمحلال انگیز عبادت روزہ کی ہے' نفس کے تزکیہ وتصفیہ اور اندر کی دنیا کو مانجھنے' نکھارنے اور سنوارنے میں اس کا خاصا دخل ہے۔ یہ انسان کے نہایت سرکش اور مُنہ زور رجحانات پر نہ صرف کمندیں ڈالتی ہے بلکہ انہیں مسخر کرنے اور رام کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔

روزے کے قانونی وجود کا تعلق تو صرف تین باتوں سے ہے۔ ایک یہ کہ صبح صادق سے سورج کے غروب ہونے تک کچھ کھایا پیا نہ جائے اور جنسی خواہش سے مکمل اجتناب کیا جائے۔ یہ نفس کے نہایت بنیادی مطالبات ہیں جن پر ایک ماہ کے لئے روزے کی حالت میں قدغن عائد کی گئی ہے۔ یہ مطالبات قوی بھی ہیں' زوردار بھی ہیں اور ہمہ گیر بھی۔ ان کی فطرت میں اشتعال' ہیجان اور جوش کی ایسی کیفیت اور بے پناہ طاقت ہے کہ ان پر قابو پانے میں نہایت ہمت شکن اور سخت مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ ان کا تعلق نہ صرف بقائے ذات سے ہے بلکہ بقائے جنس بھی انہی پر موقوف ہے۔ یہ مطالبات فطری تقاضوں کی صورت اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اسلام نے انہیں ختم کرنے کی اجازت نہیں دی' بلکہ ان کو قابو میں کر کے ان کو صحیح راہ پر لگانے کا حکم دیا ہے۔ روزے کی عبادت اللہ نے مقرر ہی اس لئے کی ہے کہ نفس انسانی کے یہ مُنہ زور اور سرکش رجحانات' جذبات اور خواہشات ضعیف اور کمزور ہو کر معتدل اور متوازن ہو جائیں اور انسان کی قوت ارادی ان کو زیر دام لانے اور حدودِ الٰہی کا پابند بنانے میں قوت وطاقت سے ہمکنار ہو جائے۔

مسلسل ایک ماہ تک نفس کی ان بے قرار خواہشات پر قفل ڈالے رکھنے سے باطن میں ایک روشنی نمودار ہوتی ہے۔ صبر وضبط کی یہ روشنی اس میں ایسی عزیمت واستقامت کو راہ دیتی ہے کہ وہ دوسری بے شمار خواہشوں کو لگام دینے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ وہ باطل سے

آنکھیں چار کرنے کی قوت پالیتا ہے۔شمشیر و سنان کی دھاروں پر بھی وہ کلمۂ حق کہنے سے نہیں چوکتا۔اس روشنی کے ضیابار ہونے اور جگمگانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ "روزے میں ریا نہیں ہوا کرتی"۔(فتح الباری) اور جب کسی عبادت میں ریا نہ ہو تو یہ ضمانت ہے اس بات کی کہ وہ بندے کو خدا کے قریب کرنے والی ہے۔جس عبادت کی نوعیت سراسر منفی ہو تو اس میں دکھاوے کا کوئی امکان نہیں ہوتا اور ریاکاری کا خطرناک شیطان اس پر شب خون مارنے سے قاصر رہتا ہے۔روزے کا امتیازی وصف یہ ہے کہ صرف اسی کے حکم کے ساتھ ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں' اور کسی عبادت کے ساتھ ان لفظوں کا اعادہ نہیں کیا گیا ہے۔روزے کی اس امتیازی حیثیت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس عبادت کو اپنے لئے مختص فرمایا۔حدیث قدسی کے الفاظ ہیں:

((كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يُضَاعَفُ : اَلْحَسَنَةُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ' قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ ' يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِيْ ......)) (صحيح مسلم' كتاب الصيام)

"انسان کے ہر عمل خیر کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملے گا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لیکن روزہ اس سے مستثنیٰ ہے' کیونکہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا (جتنا چاہوں گا) بدلہ دوں گا۔(آخر) انسان اپنی شہوتِ نفس اور اپنا کھانا پینا میری ہی خاطر تو روکے رہتا ہے۔"

حقیقی معنوں میں روزہ دار وہ ہے جو روزہ کے قانونی وجود کے احترام کے ساتھ ساتھ روزہ کی حقیقی روح پانے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔وہ جہاں کھانے پینے اور جنسی خواہش سے مجتنب رہتا ہے اس کے ساتھ وہ اپنی دوسری تمام تر خواہشوں کو احکامِ الٰہی کا پابند بنانے کے لئے بھی اپنی تگ و دو جاری رکھتا ہے۔وہ ان فاقہ کشوں میں اپنے آپ کو شمار نہیں کرتا جنہیں روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ میسر نہیں آتا۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

((مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ)) (رواه البخاری و ابو داؤد و الترمذی)

"جس کسی نے (روزے کی حالت میں) جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا ہو وہ جان لے کہ اللہ کو اس بات کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ وہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑ دے"۔

معلوم ہوا کہ تین اہم مطالباتِ نفس پر بندشیں عائد کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک مسلمان فکر و عمل کے اعتبار سے ایک صحیح اسلامی زندگی گزارنے کے قابل ہو جائے' اس کی زندگی توسط و اعتدال اور حسنِ توازن کا ایک شاہکار بن جائے۔ یہی وجہ ہے کہ زندگی بھر مسلسل روزے رکھنے سے بھی منع کیا گیا' سفر میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی گئی اور سحر و افطار کو باعث برکت قرار دیا گیا' تاکہ کوئی آدمی عدم توازن کا شکار ہو کر اپنے آپ کو کسی عذاب میں مبتلا نہ کر دے اور نہ ہی رہبانیت سے اپنے آپ کو اچھوت بنا لے۔

انسان جسم اور روح سے ترکیب پاتا ہے۔ اس کا المیہ یہ ہے کہ جسم کو خوب کھلاتا پلاتا اور اس کی پرورش کرتا ہے۔ کام و دہن کی تمام تر لذتیں اس کے لئے مہیا کرتا ہے۔ عمدہ لباس اسے پہناتا ہے اور جذبوں' خواہشوں کی تکمیل کے لئے حدوں کو پھلانگ جاتا ہے' مگر اس کے مقابلے میں روح کی بالیدگی اور اس کی نشو و نما کی طرف کم توجہ دیتا ہے' یا بالکل ہی اس سے غافل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے نتیجے میں وہ بعض اوقات انسان نما درندہ بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ عبادات کا نظام بالخصوص روزے کی مشقت اسے نقطۂ اعتدال پر لاتی ہے۔ فقر و درویشی' زہد و تقویٰ اور تبتّل الی اللہ کی جو شان اس عبادت میں ہے وہ اسی کے ساتھ خاص ہے۔ آدمی کا کھانا پینا اور سونا جب عام معمول سے کم ہو جاتا ہے' دن بھر کی لذتوں اور دلچسپیوں میں کمی آ جاتی ہے' افطار کے وقت بھی وہ چٹخاروں سے احتراز برتتا ہے اور رات کو قیام اللیل کی صورت میں قراءت و استماع قرآن کے ذریعے روح کی غذا کا اہتمام کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں نفس کے شہوانی میلانات کی جولانیاں کم ہو جاتی ہیں۔ روحِ ملکوتی کا رجحان ویسے بھی ملأ اعلیٰ کی طرف ہوتا ہے' اس طرح روحِ ملکوتی کی پرواز میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ عالمِ ناسوت سے عالمِ لاہوت کی طرف محوِ سفر ہو کر عجیب کیف و سرور سے شادکام ہوتا ہے۔ اسی خصوصیت کی بدولت اللہ نے روزے کو اپنے ساتھ ایک خاص نسبت دی ہے۔

رمضان میں ہمارے عمل' اخلاق اور روح پر نہایت کیف زا اور روح پرور اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ شام و سحر کے الٹ پھیر کا عالم وہی ہوتا ہے مگر ماحول میں نیکیوں اور بھلائیوں کے پھول کھلنے لگتے ہیں جو اپنی بھینی بھینی خوشبو سے مشامِ جان کو معطر کرتے رہتے ہیں۔ شیطان کی ترغیبات اور نفس کے داعیات کے باوجود تقویٰ کی نشو و نما کے لئے ماحول سازگار ہوتا چلا جاتا ہے۔ انسان اپنے مالک کے حضور سربسجود ہوتا ہے اور اقرار کرنے لگتا ہے

کہ اس کی محبتوں کا حقیقی مرکز وہی ہے اور اطاعت کا مرجع اس کی ذات ہے۔ باجماعت فرض نماز' نماز تراویح' یہاں تک کہ تہجد کی نماز کو بھی اپنا معمول بنالیتا ہے۔ ایسے میں یہ مژدۂ جاں فزا اُس کے لئے مزید تازگی کا سامان فراہم کرتا ہے:

((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ))

(رواہ البخاری ومسلم)

''جو شخص رمضان کی راتوں میں اپنے ایمان کو قائم رکھتے ہوئے اور احتساب کے ساتھ (تہجد کی نماز پڑھنے کے لئے) کھڑا رہا اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے''۔

یوں اس موسم بہار میں بندۂ مؤمن ﴿ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ﴾ کا مصداق بن کر آہِ سحر گاہی سے اپنے ربّ سے تعلق گہرا کر لیتا ہے۔ ع

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی!

رمضان المبارک میں قرآن نازل ہوا۔ ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ ......﴾ گویا اس مہینے کو قرآن حکیم سے خصوصی مناسبت ہے۔ فہم قرآن کے لئے خوبصورت گھڑیاں میسر آتی ہیں' تدبر و تفکر اور تعقّل سے کام لینے کی ساعتیں نصیب ہوتی ہیں' تلاوت کے مواقع فزوں تر ہو جاتے ہیں' تراویح کی نماز میں قرآن سننے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ یوں اعتصام بالکتاب اور تمسک بالکتاب سے ایسی فکری غذا کا حصول ممکن ہو جاتا ہے جو قلوب کو ولولۂ تازہ سے آسودہ کرے اور اللہ کا صحیح پیغام اس کی سمجھ میں آ جائے۔

اس پُر بہار فضا میں روزہ دار عام دنوں کے مقابلے میں گفتگو اور لین دین کے امور میں ذرا احتیاط برتتا ہے۔ حضور ﷺ نے بھی روزہ دار کو فحش گفتگو کرنے اور جھگڑنے سے منع فرمایا' تاکہ وہ روزے کے آداب کے منافی سرگرمیوں سے پرہیز کرتے ہوئے اپنی اس عبادت کے تقدس کو پامال نہ ہونے دے۔ فرمایا:

((اِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ ، فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ)) (متفق علیه)

''جب تم میں سے کسی کا روزے کا دن ہو تو اسے چاہئے کہ وہ فحش باتیں نہ کرے' نہ بدتمیزی کرے۔ اگر کوئی شخص اس سے گالم گلوچ کرے یا جھگڑے تو اسے کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں''۔

شیطان مختلف راستوں سے بندۂ مؤمن پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتا ہے' اسے بار بار جھگڑنے' فساد کرنے اور گالیاں بکنے پر آمادہ کرتا ہے' مگر مؤمن اس نزغِ شیطان میں پھنسنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ شیطان بطن و فرج کے راستوں سے دخول کی بھرپور سعی کرتا ہے۔ جب روزہ دار اس کے دام تزویر میں نہیں آتا تو وہ سٹپٹاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ))

(صحیح البخاری' کتاب الرقاق)

''جو شخص مجھے ان چیزوں کے بارے میں ضمانت دے سکے جو اُس کے دونوں گالوں اور دونوں ٹانگوں کے درمیان ہیں' تو مَیں اس کے لئے جنت کا ضامن بنتا ہوں۔''

روزہ دار جب بھوک و پیاس کی شدت سے دوچار ہوتا ہے تو اپنے بھائی بندوں کے لئے اس میں ہمدردی اور مؤاسات کے جذبات ابھرنے لگتے ہیں۔ ایسے میں وہ ایثار و قربانی سے کام لیتا ہے۔ قرآن حکیم کا یہ ارشاد اس کے لئے چشم کشا بن جاتا ہے:

﴿وَأَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَا اَخَّرْتَنِيْ اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ (المنافقون)

''ہم نے جو کچھ تمہیں بخشا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آدھمکے' پھر وہ حسرت سے کہے کہ اے ربّ! تو نے مجھے کچھ اور مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور نیکوکاروں میں سے بنتا!''

حضور نبی کریم ﷺ رمضان کے دنوں میں عام دنوں سے بھی زیادہ فیاضی سے کام لیتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''نبی اکرم ﷺ یوں تو عام حالات میں بھی سب سے زیادہ فیاض تھے' لیکن رمضان میں تو آپؐ سراپا جود و کرم بن جاتے''۔ (متفق علیہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ رمضان میں بہت سخاوت فرماتے تھے' آپ کی سخاوت چلتی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ ہوتی تھی۔ (مشکوٰۃ)

انفاق کی ایک صورت روزہ دار کو روزہ افطار کرانا بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِهِ غَيْرَ اَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا)) (سنن الترمذی' کتاب الصوم)

''جس نے کسی روزہ دار کو افطار کرایا اس کے لئے روزہ دار کے برابر اجر ہے' جبکہ اس سے روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔''

اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کی پابندی اور حدودِ شریعت کا پاس کرنے کے لئے جس تعلق باللہ کی ضرورت ہے اس کا پیدا ہونا اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم رمضان اور روزہ کے تمام تر تضمنات کو ہر لحظہ پیش نظر رکھیں' کتاب وسنت کے ساتھ ہمارا رابطہ مضبوط سے مضبوط تر رہے اور ہم ان پُر بہار ساعتوں میں پوری یکسوئی اور محبت کے ساتھ مذکورہ بالا معمولات پر کاربند رہیں' ہم شعوری طور پر اس کی بندگی میں لطف اور حلاوت محسوس کریں' صرف بندے نہیں بلکہ اس کے حقیقی بندے بن جائیں' اس لئے کہ عبد اور عبدہٗ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ حضرتِ اقبال نے اسے یوں بیان فرمایا۔

عبد دیگر ' عبدہٗ چیزے دیگر
ما سراپا انتظار او منتظر!

علومِ قرآنیہ و نبویہ کے شائقین کے لئے

بشارتِ عظمیٰ

بذریعہ ڈاک گھر بیٹھے طلباء و طالبات کورس کر کے سند حاصل کریں۔

اپنی نوعیت کا منفرد سلسلہ ہر مسلمان کی اولین ضرورت

تفسیر قرآنِ مقدس کا ایک سالہ کورس	ترجمۂ قرآن کا سہ ماہی کورس	تجوید و قرأت (قاری معلم/معلمہ) ایک سالہ کورس
سہ ماہی قواعد التجوید قاری/قاریہ ٹیچر ٹریننگ کورس	فاضلِ عربی عربی معلم/معلمہ ایک سالہ کورس	نیم سماہی حدیثِ نبوی کورس
سہ ماہی فہمِ قرآن کورس	سہ ماہی تعلیم النساء کورس	سہ ماہی عربی لینگویج کورس

پراسپیکٹس و داخلہ فارم کیلئے، 20 روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔

ڈاک کا ایڈریس: مشتاق الرحمٰن عثمانی۔ پوسٹ بکس نمبر 3357
کراچی نمبر 43۔ پوسٹ کوڈ نمبر 75210۔ موبائل: 0320-4076874

چہرے کا پردہ

چند استفسارات کے جوابات

از: ابوکلیم مقصود الحسن فیضی

استفسارات

(۱) عورت کا چہرہ حجاب میں داخل ہے یا نہیں؟

(۲) أ۔ اللہ کے رسول ﷺ کا اُم ہانیؓ سے کیا رشتہ تھا؟

ب۔ کیا وہ آپ ﷺ کے سامنے بے نقاب آیا جایا کرتی تھیں؟

(۳) کیا حضرت اسماءؓ آخر وقت تک بغیر چہرے کا پردہ کئے آپ ﷺ کے سامنے آیا کرتی تھیں؟

(۴) آپ ﷺ نے فاطمہؓ بنت قیس کو عبداللہ بن اُمّ مکتومؓ کے یہاں عدت گزارنے کا حکم کیوں دیا؟

محترم احتشام الدین صاحب' حفظہ اللہ وتولاہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ——— وبعد!

امید و دعا ہے کہ مع اہل خانہ بخیر و عافیت ہوں گے۔ چند دن قبل چند سوالات پر مشتمل آپ کا ایک فیکس موصول ہوا۔ اللہ کی توفیق سے جواب حاضر خدمت ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ مجھے حق کہنے کی توفیق بخشے' آمین!

پہلے سوال کا جواب:

آپ کے پہلے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کا چہرہ حجاب میں داخل ہے یا نہیں؟ محترم! اس سلسلے میں عرض ہے کہ یہ مسئلہ علماء کے نزدیک مختلف فیہ رہا ہے۔ بعض اہل علم

چہرے کا چھپانا پردے میں داخل سمجھتے ہیں اور بعض کے نزدیک چہرے کا چھپانا افضل ضرور ہے لیکن واجب نہیں ہے۔ ہر فریق کے اپنے اپنے دلائل ہیں اور دونوں فریق نے حق تک پہنچنے کی غرض سے اپنے موقف کی تائید میں قرآن وسنت سے دلائل پیش کئے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ حق پانے والے کو دوہرا اجر اور غلطی کرنے والے کو ایک اجر دے۔ آمین!

ناچیز نے دونوں فریقوں کے دلائل کا مطالعہ کیا ہے اور جو رائے قرآن وسنت اور عمل صحابہؓ کے نزدیک زیادہ قریب محسوس ہوئی ہے اسے آپ کے سامنے اختصار کے ساتھ رکھ رہا ہے۔ البتہ تفصیل کے لئے درج ذیل کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ مولانا مودودیؒ کی کتاب ''پردہ'' — مولانا عبدالسلام بستوی کی کتاب ''اسلامی پردہ'' — شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی کتاب جس کا ترجمہ راقم سطور نے کیا ہے ''مسلمان عورت کا پردہ اور لباسِ نماز'' — شیخ محمد بن الصالح العثیمینؒ کا رسالہ ''الحجاب'' — جس کا اردو ترجمہ بازار میں دستیاب ہے — اور مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ کی کتاب ''احکام ستر وحجاب''۔ لیکن یہ واضح رہے کہ اوّل الذکر اور آخر الذکر کی ذکر کردہ بعض جزئیات قابل قبول نہیں ہیں۔

قرآن وسنت اور علماء کے اقوال کے مطالعہ کے بعد میرے نزدیک راجح مسلک یہ ہے کہ چہرہ اور دونوں ہاتھ پردے کے حکم میں داخل ہیں جس کی وجوہات درج ذیل ہیں:
(واضح رہے کہ جو مقام چہرے کے پردے کا ہے وہ دونوں ہاتھوں کا نہیں)

(۱) قرآن مجید کی بعض آیات صراحت کے ساتھ پردے کا حکم دیتی ہیں اور اللہ و رسول کا ہر حکم واجب کا درجہ رکھتا ہے' اِلّا یہ کہ کسی دوسری دلیل سے اس کا جواب منسوخ کیا جائے اور تاوقتِ تحریر کوئی ایسی دلیل میری نظر سے نہیں گزری جو صحیح وصریح ہو' اس کی تاویل کی گنجائش نہ ہو اور اس سے اس وجوبی حکم کو خاص یا منسوخ کیا جا سکے۔ ذیل میں قرآن مجید کی دو آیتیں آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات سے متعلق مسلمانوں کو تعلیم دے رہا ہے کہ:

﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ (الاحزاب: ۵۳)

''جب تم اُن سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو''۔

غور کریں کہ اگر چہرے کا پردہ واجب نہیں ہے تو پردے کے پیچھے سے مانگنے کا کیا معنی رہ جاتا ہے؟ اس آیت میں ازواج مطہرات سے کسی چیز کے طلب کرنے کو ''پردہ کی آڑ''

سے مقید کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ چہرہ کھول کر لوگوں کے سامنے آنا یا انہیں کوئی چیز دینا جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

بعض اہل علم نے اس آیت کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حکم اللہ کے رسول ﷺ کی بیویوں کے ساتھ خاص تھا۔لیکن سوال ہے کہ اس کی کیا دلیل ہے؟ بلکہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات جو ہر قسم کے شک و ریب سے پاک تھیں اور عام مسلمان ان کے سلسلے میں احترام و تعظیم کا وہ جذبہ رکھتے تھے جو عام عورتوں کے بارے میں نہیں رکھتے تھے' تو جب ازواجِ مطہرات کے بارے میں یہ حکم ہے تو عام عورتیں تو اس پر عمل کی بدرجۂ اولیٰ حق دار ہیں' جس کی مزید وضاحت درج ذیل آیت کرتی ہے۔

(۲) اسی سورۂ احزاب میں ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ أَدْنٰٓى أَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾

''اے نبی (ﷺ)! اپنی بیویوں' اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔ اس سے بہت جلد وہ پہچان لی جائیں گی' پھر وہ ستائی نہ جائیں گی۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے''۔

اس آیت میں صرف ازواجِ مطہرات کو نہیں بلکہ عام مسلمان عورتوں کو بھی یہ حکم ہے کہ وہ اپنی چادر کو لٹکا لیں' جس کا بالکل وہی معنی ہے جسے ہماری زبان میں گھونگٹ نکالنا کہتے ہیں' جس سے چہرے کا عمومی حصہ بلکہ پورا حصہ چھپا رہتا ہے اور نظر نیچی کر کے چلنے سے سامنے کا راستہ بھی نظر آتا ہے۔

اس لئے حق یہ ہے کہ یہ آیت چہرے پر پردہ ہونے کے حکم میں بالکل صریح ہے جس کا اعتراف تمام اہل علم کرتے ہیں۔

ان آیاتِ قرآنیہ کے علاوہ بکثرت احادیث سے چہرے کے پردے کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ:

آیت حجاب نازل ہونے کے بعد صحابیات رضوان اللہ علیہن کا معمول بھی یہی رہا ہے کہ صرف ازواج مطہرات ہی نہیں بلکہ عام مسلمان عورتیں بھی اجنبی مردوں سے اپنا چہرہ چھپایا کرتی تھیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(ا) حادثۂ افک[1] میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں واپس آ کر اپنی جگہ بیٹھ گئی' اس درمیان مجھے نیند آئی اور سوگئی' ادھر صفوان بن معطل السلمی ﷛ جو لشکر کے پیچھے رہ گئے تھے جب صبح کے وقت میرے پاس پہنچے تو ایک سوئے ہوئے آدمی کا وجود دیکھ کر میری جانب بڑھے اور مجھے دیکھ کر پہچان گئے' کیونکہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے مجھے دیکھ چکے تھے۔ ان کے انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے سے میں بیدار ہوئی اور جلدی سے اپنے چہرے کو اپنی چادر سے چھپالیا (یعنی چہرے کا پردہ کرلیا)۔ (بخاری ومسلم)

(ب) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آیت ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ﴾[2] نازل ہوئی تو مسلمان عورتوں نے اپنے ازار کو پھاڑ کر اسے چادر بنالیا (اور اس سے اپنے چہرے کو ڈھک لیا) (بخاری' ابوداؤد' فتح الباری ۸/۴۹۰)

واضح رہے کہ بعض صحیح روایات میں مسلمان عورتوں خصوصاً انصار کی عورتوں کے اس عمل کو ''اعتجار'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (دیکھئے فتح الباری ۸/۴۹۰) اور مشہور محدث ابن الاثیرؒ نے ''اعتجار'' کی تفسیر اپنی کتاب غریب الحدیث میں اس طرح کی ہے: اپنے عمامہ یا چادر کو اپنے سر پر لپیٹ کر اُس کے ایک حصہ کو چہرے پر لٹکالینا ''اعتجار'' کہلاتا ہے۔

دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حکم الٰہی کی تعمیل میں مسلمان عورتوں نے فوراً اجنبی مردوں سے اپنے چہروں کو چھپالیا۔

(ج) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم لوگ حالت احرام میں ہوتے۔ جب قافلے ہمارے سامنے سے گزرتے تو ہم اپنی چادر کو اپنے چہرے پر لٹکا لیتے اور جب قافلہ گزر جاتا تو ہم اپنا چہرہ کھول لیتے۔ (مسند احمد' سنن ابی داؤد وغیرہ)

اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ عہد نبویؐ میں جو حجاب رائج تھا' اس میں چہرے کا چھپانا بھی شامل تھا۔ شیخ صفی الرحمٰن صاحب نے اپنی کتاب میں ایسی بارہ

---

(۱) اس حادثہ کی تفصیل اور اس سے ماخوذ فوائد کو جاننے کے لئے میری کیسٹ ''حضرت عائشہؓ پر تہمت کا واقعہ'' سنیں۔ مفید رہے گی۔

(۲) یہ سورۃ النور کی آیت ۳۱ کا ایک ٹکڑا ہے۔

حدیثیں نقل کی ہیں جن سے چہرے کے پردے کا ثبوت ملتا ہے۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ میری معلومات کی حد تک کتب حدیث میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جو اپنے معنی میں صریح ہو' سند کے لحاظ سے صحیح بھی ہو اور اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو' اس سے چہرے کے پردہ کے عدم وجوب پر استدلال کیا جا سکے۔ اس سلسلے میں جتنی حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں یا تو وہ صحیح نہیں ہیں' یا پھر اپنے معنی میں صریح نہیں ہیں یا پھر اُس میں تاویل کی گنجائش ہے۔ جیسا کہ اس کی بعض مثالیں آگے آرہی ہیں۔ میں بڑی وضاحت کے ساتھ یہ کہنا چاہوں گا کہ عصر حاضر میں چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر جتنے لوگوں نے لکھا ہے میرے نزدیک ان میں سب سے ذی علم اور قابل احترام شخصیت علامہ البانی رحمہ اللہ کی ہے' حتیٰ کہ حدیث کی تصحیح وتضعیف میں کافی حد تک مَیں علامہ مرحوم پر ہی اعتماد کرتا ہوں (۱)۔ لیکن اندھی تقلید کی حد تک نہیں۔ علامہ مرحوم کی کتاب جو حجاب سے متعلق ہے' خواہ وہ ''حجاب المرأة المسلمة'' کے نام سے ہو یا ''جلباب المرأة المسلمة'' کے نام سے' اس کا ہم نے ایک سے زائد بار مطالعہ کیا ہے' لیکن علامہ مرحوم کے پیش کردہ دلائل پر دل مطمئن نہیں ہے' بلکہ بسا اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس موضوع پر علامہ رحمہ اللہ بے جا تکلف سے کام لے رہے ہیں۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے' ان کے درجات کو بلند کرے اور تمام مسلمانوں اور خصوصاً اہل حدیثوں کی طرف سے اللہ انہیں بہتر بدلہ عطا فرمائے! آمین۔

(٤) چوتھی وجہ یہ ہے کہ چہرہ ہی انسانی خوبصورتی کا اصل مظہر ہے۔ کسی بھی مَرد و عورت کی خوبصورتی کا اندازہ اس کے چہرے ہی سے لگایا جاتا ہے۔ اور یہ بھی مشاہدے میں ہے کہ کسی بھی ایسی عورت کی طرف نظریں نہیں اٹھتیں جو مکمل پردے کا التزام کئے ہو۔ اور جو عورت شرعی پردے سے جس قدر عاری ہوتی ہے اس کی طرف انسانی نظریں خاص کر للچائی نظریں اٹھتی دکھائی دیتی ہیں۔ اس لئے عقل کا بھی تقاضا ہے کہ چہرے کو پردے کے حکم میں شامل کیا جائے۔ واللہ اعلم!

یہ چند سطور اپنے موقف کی تائید میں آپ کے سامنے پیش ہیں۔ تفصیل کے لئے گزشتہ سطور میں مذکور کتابوں کی طرف رجوع کریں۔ یا اگر کوئی اشکال رہ جاتا ہے تو مزید وضاحت کی جا سکتی ہے۔ والسلام۔

---

(۱) جس شخص نے میری تالیفات کا مطالعہ کیا ہے وہ اس کی گواہی دے گا۔

دوسرے سوال کا جواب:

آپ کا دوسرا سوال حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا سے متعلق ہے۔ اس سوال کے دو جزء ہیں۔
پہلا جزء: اللہ کے رسول ﷺ کا اُمّ ہانی سے کیا رشتہ تھا؟
دوسرا جزء: کیا وہ آپ ﷺ کے سامنے چہرہ ڈھکے بغیر آیا جایا کرتی تھیں؟

پہلے جزء کا جواب یہ ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی چچا زاد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سگی بہن تھیں' ان کا نام ''فاختہ'' بتایا جاتا ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئیں۔ فتح سے فارغ ہونے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ ان کے یہاں تشریف لے گئے اور آٹھ رکعت چاشت کی نماز پڑھی۔ جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ ۵۰ھ کے لگ بھگ ان کا انتقال ہوا۔

دوسرے جزء کا جواب یہ ہے کہ میری معلومات کی حد تک کسی بھی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ حضرت ام ہانیؓ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں اپنا چہرہ کھول کر آیا کرتی تھیں اور وہ بھی آخری وقت تک ان کا یہ معمول تھا۔ یہ بات قطعاً قابل قبول نہیں ہے' معلوم نہیں کس دلیل کی بنیاد پر ایسا کہا جا رہا ہے! ایسا محسوس ہوتا ہے کہ لوگوں نے یہ جملہ مولانا مودودی رحمہ اللہ کی تفسیر سے لیا ہے' کیونکہ مولانا مرحوم نے اپنی تفسیر میں کچھ ایسا ہی لکھا ہے۔ حالانکہ دلائل سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ حضرت مولانا مودودیؒ نے سنن ابی داؤد کی درج ذیل حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ اسے آپ کے سامنے رکھتے ہیں جس پر آپ خود بھی غور کر سکتے ہیں۔

حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئیں اور آپ ﷺ کے بائیں جانب بیٹھ گئیں اور اُم ہانیؓ آپ ﷺ کے دائیں جانب بیٹھ گئیں۔ اتنے میں ایک بچی ایک برتن لے کر آئی جس میں پینے کی کوئی چیز تھی' آپ ﷺ نے اس سے پی کر باقی ماندہ شربت ام ہانی کو دے دیا' جسے وہ پی گئیں۔ پھر کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول میں تو روزے سے تھی اور افطار کر دیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا کوئی قضا روزہ پورا کر رہی تھیں؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر نفلی روزہ ہے تو توڑ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (سنن ابی داؤد' ح ۲۴۵۶' کتاب الصوم)

یہ ہے وہ حدیث جس کی طرف اشارہ کر کے مولانا مودودیؒ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ''آخر وقت تک حضور ﷺ کے سامنے ہوتی رہیں اور کم از کم مُنہ اور چہرے کا پردہ انہوں نے

آپ ﷺ سے کبھی نہیں کیا''۔ (تفہیم القرآن' ج ۳' ص ۳۸۹)

اس استدلال پر چند ملاحظے ہیں۔

(۱) سنن ابی داؤد میں یہ حدیث جس سند اور سیاق میں مروی ہے وہ ضعیف ہے' کیونکہ

ا) اس حدیث کی سند میں ایک راوی یزید بن ابی زیاد ہے جو علمائے حدیث کے نزدیک ضعیف ہے اور وہ عقیدۃً شیعہ تھے۔ دیکھئے 'تقریب التہذیب' ص ۱۰۷۵۔

ب) یہ واقعہ فتح مکہ کے دن کا بیان ہوا ہے جبکہ مؤرخین کے نزدیک یہ بات مسلمہ ہے کہ حضرت ام ہانی فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئیں۔ سیر اعلام النبلاء ۲/۳۱۲۔ پھر وہ جس دن مسلمان ہوئیں اس دن روزہ رکھنے اور وہ بھی نفلی روزہ رکھنے کا کیا سوال بنتا ہے؟ اسی طرح اسلام لانے کے پہلے ہی دن انہیں ستر و حجاب کے مسائل کیسے سمجھائے جا سکتے ہیں؟

(۲) اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس وقت اُمّ ہانیؓ نفلی روزے سے تھیں جبکہ فتح مکہ رمضان المبارک میں پیش آیا ہے اور ایک مقیم کے لئے رمضان المبارک میں نفلی روزہ رکھنے کا سوال کیسے پیدا ہوتا ہے؟

(۳) اس حدیث میں کہیں یہ صراحت نہیں ہے کہ حضرت ام ہانی اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے اپنے چہرے کو کھولے ہوئے تھیں۔

(٤) علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی جو علمی تحقیق پیش کی ہے اس کے مجموعہ سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کسی موقع سے اللہ کے رسول ﷺ اُمّ ہانی کے گھر تشریف لے گئے۔ انہوں نے ضیافت میں کوئی پینے کی چیز پیش کی جسے پی کر آپ ﷺ نے برتن حضرت اُمّ ہانی کو واپس کر دیا' برتن میں بچا ہوا شربت حضرت اُمّ ہانی پی گئیں' پھر کہنے لگیں کہ اے اللہ کے رسول! میں روزے سے تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نفلی روزہ رکھنے والا شخص اس روزہ کو پورا کرنے اور اسے توڑ دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ (دیکھئے علامہ البانی کی صحیح ابوداؤد ۷/۲۱۵'۲۱۹)

اس حدیث کو پڑھ کر ہر شخص غور کر سکتا ہے کہ اس میں نہ تو یہ ذکر ہے کہ اُمّ ہانی آپ ﷺ کے سامنے بے پردہ حاضر ہوتی تھیں اور نہ ہی آپؐ کے پہلو میں بیٹھ کر بات چیت اور کھانے پینے میں مشغول تھیں' بلکہ حدیث میں مذکور صورتِ حال تو پردہ کی حالت میں بھی

پیش ہوسکتی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ کسی بھی صحیح حدیث میں مذکور نہیں ہے کہ حضرت اُمّ ہانی آخر وقت تک آپؐ کے سامنے چہرے اور مُنہ کا پردہ کئے بغیر آتی جاتی تھیں' نیز یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ حضرت اُمّ ہانی فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئیں' اس وقت آپ ﷺ اپنی عمر کے ساٹھ سال پورے کر چکے تھے۔ اب اگر اس کے بعد کسی موقع سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں (اور اگر یہ بھی فرض کرلیا جائے کہ اس وقت اُم ہانی اپنے چہرے کو کھولے ہوئے تھیں) تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ دو جوان عمر چچازاد بھائی بہن وغیرہ کو یہ اجازت ہو کہ وہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر بے تکلف باتیں کریں اور مطبخ وغیرہ میں خلوت و جلوت کی پرواہ کئے بغیر آئیں جائیں! شریعت اس کی اجازت ہرگز نہیں دیتی' بلکہ مذکورہ واقعہ سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو چچازاد بھائی یا ماموں زاد بھائی وغیرہ کے سامنے عورت شرعی حدود کو برقرار رکھتے ہوئے (یعنی کم از کم چہرے پر نقاب یا گھونگٹ ڈالے ہوئے) بعض ضروری باتیں کرسکتی ہے اور انہیں چائے وغیرہ پیش کرسکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

تیسرے سوال کا جواب:

آپ کے تیسرے سوال کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن اور اللہ کے رسول ﷺ کی سالی تھیں' کیا آخر وقت تک بغیر چہرے کا پردہ کئے آپ ﷺ کے سامنے آیا کرتی تھیں؟ یہ سوال بھی مولانا مودودی رحمہ اللہ کی تفسیر میں مذکور بعض ضعیف اور مجمل حدیثوں کی بنیاد پر ماخوذ نتیجے سے متاثر ہوکر کیا جارہا ہے۔ چنانچہ مولانا لکھتے ہیں کہ ''بکثرت احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر جو نبی ﷺ کی سالی تھیں' آپؐ کے سامنے ہوتی تھیں اور آخر وقت تک آپ کے اور اُن کے درمیان کم از کم چہرے اور ہاتھ کا کوئی پردہ نہ تھا۔ حجۃ الوداع نبی ﷺ کی وفات سے چند مہینے پہلے کا واقعہ ہے اور اُس وقت بھی یہی حالت تھی ۔ ملاحظہ ہو ابوداؤد' کتاب الحج 'باب المحرم یؤدب غلامه'' (تفہیم القرآن' ج ۳' ص ۳۸۸)

مولانا مرحوم کی اس عبارت کے سامنے میرا کچھ کہنا ''چھوٹا مُنہ بڑی بات'' کے مترادف ہوگا۔ لیکن حق یہ ہے کہ مولانا مرحوم کی یہ بہت بڑی بھول ہے اور ان کا یہ دعویٰ قطعاً

بے بنیاد ہے۔ پہلے پہل مَیں وہ حدیث نقل کر دینا چاہتا ہوں جس کا حوالہ مولانا نے دیا ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ہم لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حج کے لئے نکلے' جب مقام عَرج میں پہنچے تو آپ ﷺ نے نزول فرمایا اور ہم لوگ بھی ٹھہر گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول ﷺ کے پہلو میں بیٹھیں اور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئی' اللہ کے رسول ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سامانِ سفر ایک ہی اونٹ پر اُن کے ایک غلام کے ساتھ تھا۔ الحدیث۔

اس حدیث سے مولانا کا استدلال ہے کہ حضرت اسماء اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ چہرہ کھول کر بیٹھی تھیں۔ حالانکہ اوّلاً تو یہ حدیث ضعیف ہے جس کا سبب محمد بن اسحاق کا مدلس ہونا ہے۔ اس لئے کہ حافظ منذری لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق ہیں (عون المعبود' ۲۶۴/۵) نیز صحیح ابن خزیمہ جو علامہ البانی کی نظر ثانی کے بعد چھپی ہے' اس کے محقق لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے' کیونکہ ابن اسحاق نے اس حدیث کو عن فلاں کے صیغے سے بیان کیا ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ ۱۹۸/۴)

علامہ البانی نے صحیح سنن ابی داؤد میں اس حدیث کی ایک اور سند کا ذکر کیا ہے لیکن اس سند میں دو راوی ضعیف ہیں۔ ایک راوی عیسیٰ بن معمر ضعیف اور دوسرے راوی محمد بن واقدی جھوٹے ہیں' اس لئے یہ کسی بھی طرح پہلی سند کو تقویت نہیں دے سکتی۔ واللہ اعلم!

ثانیاً اس حدیث میں کہیں یہ اشارہ موجود نہیں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اس وقت اپنے چہرے کو کھول کر بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور ہر شخص جانتا ہے کہ سفر کے موقع پر ایک ساتھ سفر کرنے والی فیملیاں اس طرح ایک دوسرے کے قریب بیٹھتی ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے ساتھ سفر کرنے والی یا بیٹھنے والی عورتیں اپنے چہرے اور مُنہ کو کھولے ہوئے بھی ہوں۔ بلکہ یہ تجربہ ثابت ہے کہ ایسے موقعوں پر شرعی پردہ کا اہتمام بڑی آسانی سے ہوسکتا ہے۔

مولانا رحمہ اللہ لکھ رہے ہیں کہ بکثرت احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آخر وقت تک اللہ کے رسول ﷺ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے درمیان کوئی پردہ نہیں تھا جبکہ مجھے تو دو چار ایسی حدیثیں بھی نظر نہیں آئیں جن میں اس صورت حال کا ذکر ہو۔ اور اگر زیرِ بحث جیسی حدیثوں سے استدلال ہے تو وہ کسی بھی طرح چہرے کے کھلے رکھنے کی دلیل نہیں ہیں اور نہ ہی حدیثوں میں کہیں باریک اشارہ ہے کہ حضرت اسماء اپنے چہرے کو کھول کر بیٹھتی

تھیں۔ اس سلسلے میں جو حدیث سب سے واضح اور کھلی دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہے وہ درج ذیل ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک بار حضرت اسماء اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس وقت اُن کے جسم پر ایک باریک سا کپڑا تھا' آپ ﷺ نے اُن سے مُنہ پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کے (چہرے) اور اس کے (گٹے تک دونوں ہاتھوں کے) علاوہ جسم کا کوئی اور حصہ نظر آئے۔ (سنن ابی داؤد' کتاب اللباس' باب ۳۴)

جو حضرات چہرے کے پردے کے قائل نہیں ہیں وہ اس حدیث کو بڑے زوردار انداز میں پیش کرتے ہیں' حالانکہ کئی اعتبار سے یہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی۔

(۱) یہ حدیث ضعیف ہے' اہل علم نے اس حدیث کو تین وجوہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

ا) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے راوی کا نام خالد بن دریک ہے اور حضرت عائشہ سے ان کی ملاقات نہیں ہے' اس لئے امام ابوداؤد رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے' کیونکہ خالد بن دریک کی ملاقات حضرت عائشہؓ سے نہیں ہے۔ (سنن ابی داؤد ۴/۲۵۸)

ب) اس حدیث کو خالد بن دریک سے قتادہ نے روایت کیا ہے اور قتادہ سے روایت کرنے والے راوی سعید بن بشیر ہیں اور سعید بن بشیر کو علماء فن نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب۔

ج) ہجرت نبویؐ کے وقت حضرت اسماء جواں عمر تھیں' خالص اسلامی ماحول میں ان کی پرورش ہوئی تھی' اس لئے یہ بہت ہی غیر معقول بات ہے کہ وہ آپ ﷺ کے سامنے ایسا حیا سوز لباس پہن کر آ جائیں۔

(۲) علامہ البانی رحمہ اللہ نے متعدد وجوہ سے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے لیکن نفسِ قصہ یعنی حضرت اسماء کے اس قدر باریک لباس پہن کر خدمت نبویؐ میں حاضر ہونے کے ضعیف ہونے کا اقرار کیا ہے' جیسا کہ اس حدیث سے متعلق جلباب المراۃ میں جو تحقیق پیش کی ہے اس سے ظاہر ہے۔

(۳) اگر اس واقعہ کو سچ مان بھی لیا جائے تو اس کی کوئی تاریخ مذکور نہیں ہے۔ یعنی یہ کہ

یہ واقعہ پردے کی آیت کے نزول سے پہلے کا ہے یا بعد کا۔ کیونکہ خود حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ وہ حالتِ احرام میں بھی اپنے چہرے کا پردہ اجنبی مَردوں سے کرتی تھیں۔[1] (مستدرک الحاکم ۱/۴۵۴)

قصہ مختصر یہ ہے کہ حضرت اسماءؓ سے متعلق نہ تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ آخر وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چہرے اور ہاتھ کو چھپائے بغیر آتی تھیں اور نہ ہی یہ ثابت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آیتِ حجاب نازل ہونے کے بعد انہیں اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کھلا رکھنے کی اجازت دی' نہ ہی اپنے سامنے اور نہ ہی عام لوگوں کے سامنے۔ واللہ اعلم!

چوتھے سوال کا جواب:

آپ کا چوتھا سوال ان صحابیہؓ کے تعلق سے ہے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کے یہاں عدت گزارنے کے لئے کہا تھا۔

ان صحابیہ کا نام فاطمۃ بنت قیس رضی اللہ عنہا ہے۔ بڑی مشہور صحابیہ ہیں اور اوّلین مہاجرات میں ان کا شمار ہے۔ جس قصہ سے متعلق آپ نے سوال کیا ہے وہ کتب حدیث میں کچھ اس طرح ہے کہ ان کی شادی ابوحفص بن عمرو نامی ایک صحابی سے ہوئی تھی۔ لیکن دونوں کا آپس میں نباہ نہ ہو سکا' اس لئے ان کے شوہر نے انہیں طلاق دے دی۔ اور جب آخری طلاق دی تو اس وقت وہ مدینہ منورہ میں موجود نہیں تھے' بلکہ یمن کی طرف جہاد پر گئے ہوئے تھے۔ اس لئے انہوں نے ایک صحابی کے ذریعہ حضرت فاطمہؓ کے خرچ کے لئے کچھ سامان بھیجا جو حضرت فاطمہ کو معمولی محسوس ہوا' اس لئے اس کی شکایت لے کر وہ خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئیں اور اپنے خرچ کا مطالبہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چونکہ اب تمہیں آخری طلاق دی گئی ہے اس لئے تمہیں اپنے شوہر سے نفقہ لینے کا حق پہنچتا ہے اور نہ ہی رہائش کا' کیونکہ نفقہ وسکنیٰ اس عورت کا حق ہے جس سے اس کا شوہر عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہو' اس لئے تم ایسا کرو کہ حضرت اُمّ شریک کے یہاں منتقل ہو جاؤ اور وہیں عدت کے ایام پورے کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سوچ کر فرمایا کہ اُم شریک ایک ایسی عورت ہیں کہ ان کی سخاوت کی وجہ سے صحابہ کا بکثرت آنا جانا رہتا ہے۔ تمہارے لئے وہاں پردے کا التزام مشکل ہوگا۔ مجھے خطرہ ہے کہ اگر تم نے کبھی اپنی چادر اتاری تو کوئی تمہیں اس حال میں دیکھ لے گا کہ اس کا دیکھنا تمہیں ناگوار گزرے گا۔ اس لئے اپنے چچازاد بھائی عبداللہ بن اُم مکتوم کے یہاں

(۱) اس لئے بشرطِ صحت یہ کہا جائے گا کہ یہ واقعہ حجاب کی آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔

عدت گزارو۔ وہ نابینا آدمی ہیں۔ اگر وہاں تم نے اپنی چادر اتار کر رکھ بھی دی تو وہ تمہیں دیکھ نہ سکیں گے اور جب تمہاری عدت ختم ہو جائے تو اپنے بارے میں جلدی سے کام نہ لینا بلکہ ہمیں مطلع کرنا۔ الیٰ آخر القصة

یہ قصہ صحیح مسلم' سنن ابی داؤد اور مسند احمد وغیرہ میں تفصیل سے مروی ہے۔

یہ ہے اس قصے کا ابتدائی حصہ جس سے متعلق آپ نے سوال کیا ہے' لیکن یہ واضح نہیں ہے کہ آپ اس قصہ سے متعلق کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں؟ شاید آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس حدیث سے بھی لوگوں نے اس پر استدلال کیا ہے کہ چہرے کا چھپانا پردے میں داخل نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس قصہ سے کچھ اس طرح استدلال کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ اُمّ شریک کے یہاں تمہاری چادر یعنی دوپٹہ گر جائے گا تو کوئی تمہیں دیکھ لے گا۔ اس کا واضح مطلب ہے کہ اگر سر پر دوپٹہ ہو اور چہرے پر کچھ نہ ہو تو اس کا دیکھنا جائز تھا۔ (دیکھئے جلباب المرأة' ص ٦٦)

لیکن اس استدلال میں کتنا وزن ہے' اس کا اندازہ آپ لگا سکتے ہیں۔ اس حدیث کا تعلق چہرے کے پردہ یا عدم پردہ سے دُور کا بھی نہیں ہے' بلکہ صورتِ حال یہ تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت فاطمہ کو تو اوّلاً اُمّ شریک رضی اللہ عنہا کے یہاں جو ایک صاحب خیر عورت تھیں' عدت گزارنے کے لئے کہا' لیکن جب یہ سوچا کہ اُمّ شریک کی مالداری اور سخاوت اور لوگوں کے اوپر کثرت سے خرچ کرنے کی وجہ سے ان کے پاس لوگوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا تھا جس کی وجہ سے ایک جوان عورت کا وقت گزارنا مشکل تھا' اس لئے انہیں ایک ایسی عورت کے پاس عدت گزارنے کا حکم دیا جس کا شوہر اوّلاً تو انہی کے خاندان سے تھا اور ثانیاً آنکھ کی بینائی سے محروم تھا۔ اور واضح ہے کہ ایسے گھر میں عورت آزادی کے ساتھ بغیر حجاب کا لحاظ رکھے بھی رہ سکتی ہے۔ یہ ہے اصل قصہ۔ واللہ اعلم!

یہ تھے آپ کے سوالوں کے جواب جو آپ کے سامنے رکھے گئے ہیں۔ اللہ کرے کہ آپ کو اس سے تشفی ہو۔ پھر بھی اگر کوئی الجھن باقی رہ جاتی ہے تو اس کے لئے رابطہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حق سمجھنے' حق ہی کہنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مقصود الفیصی

الغاط۔ سعودی عرب

مسلمان کا طرزِ حیات (۳۹)

علامہ ابوبکر جابر الجزائری کی شہرۂ آفاق کتاب

"مِنھاجُ المسلم" کا اردو ترجمہ

مترجم : مولانا عطاء اللہ ساجد

کتاب الآداب

چوتھا باب

غسل

۱) غسل کی مشروعیت اور اس کے وجوب کے اسباب

غسل کی مشروعیت:

غسل کی مشروعیت قرآنِ مجید اور احادیث سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ﴾ (المائدۃ:٦)

''اور اگر تم ناپاک ہو تو پاکیزگی حاصل کرو۔''

اور فرمایا:

﴿.....وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا ۭ.....﴾ (النساء:٤٣)

''.....اور نہ جنابت کی حالت میں (نماز کے قریب جاؤ) حتیٰ کہ تم غسل کرلو' سوائے اس صورت کے کہ تم سفر کر رہے ہو (اور سفر میں پانی نہ ملے)''

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا تَجَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ)) (۱)

''جب (مرد کی) ختنہ کی جگہ (عورت کی) ختنہ کی جگہ سے آگے بڑھ جائے' تو غسل واجب ہوگیا۔''

غسل کے وجوب کے اسباب

(۱) جنابت: اس میں دو چیزیں شامل ہیں:

(۱) جامع الترمذی' ابواب الطھارۃ' باب ما جاء اذا التقی الختانان وجب الغسل۔

(ا) جماع' یعنی مرد اور عورت کے خاص اعضاء کا ایک دوسرے سے ملنا' اگرچہ انزال نہ ہو۔
(ب) انزال' یعنی مرد یا عورت کے جسم سے نیند یا بیداری میں لذت کے ساتھ مادہ منویہ کا خارج ہونا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ﴾ (المائدة:٦)

''اور اگر تم ناپاک ہو تو (غسل کر کے) پاک ہو جایا کرو۔''

اور جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ)) (١)

''جب ختنہ کی جگہ ختنہ کی جگہ سے مل جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔''

(۲) حیض ونفاس سے فراغت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ﴾ (البقرة:٢٢٢)

''پس ایامِ حیض میں عورتوں سے الگ رہو۔ اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔ پھر جب وہ پاکیزگی حاصل کر لیں (یعنی غسل کر لیں) تو ان کے پاس وہاں سے آؤ جہاں سے اللہ نے حکم دیا ہے۔''

ارشادِ نبویؐ ہے:

((اُمْكُثِيْ قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ ثُمَّ اغْتَسِلِيْ)) (٢)

''تو اتنا عرصہ رکی رہ جتنا عرصہ تجھے حیض (نماز روزہ سے) روکتا تھا' پھر غسل کر......''

(۳) دخولِ اسلام: جب کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرے تو اُس کے لئے ضروری ہے کہ غسل کرے' کیونکہ حضرت ثمامہ حنفی ؓ جب اسلام لائے تو آنحضرت ﷺ نے انہیں غسل کرنے کا حکم دیا تھا۔ (٣)

(۴) وفات: جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو اسے غسل دینا واجب ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو

(١) سنن ابن ماجة' كتاب الطهارة' باب ما جاء في وجوب الغسل اذا التقى الختانان۔

(٢) صحيح مسلم' كتاب الحيض' باب المستحاضة وغسلها وصلاتها۔

(٣) مصنف عبدالرزاق' كتاب اهل الكتاب' باب ما يجب على الذى يسلم' ح ٩٨٣٤۔ یہ حدیث صحیحین میں بھی موجود ہے' لیکن وہاں یہ الفاظ نہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے غسل کیا تھا۔

آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ انہیں غسل دیا جائے۔ (۱)

مستحب غسل

مندرجہ ذیل موقعوں پر غسل کرنا مستحب ہے:

(۱) جمعہ کے دن: آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((غُسْلُ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ)) (۲)

''جمعہ کا غسل ہر بالغ آدمی کے لئے ضروری ہے''۔

(۲) احرام باندھتے وقت: جو شخص عمرہ یا حج کا احرام باندھنا چاہے اس کے لئے غسل کرنا مسنون ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اسی طرح کیا اور اس کا حکم دیا ہے۔

(۳) مکّہ میں داخل ہوتے وقت (۳) اور وقوفِ عرفات کے موقع پر' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہی کیا تھا۔

(۴) میت کو غسل دینے کے بعد: جو شخص میت کو غسل دے' اس کے لئے مستحب ہے کہ خود بھی غسل کرے۔ اس کی دلیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔

(۲) غسل کے فرض' سنتیں اور مکروہات

ا) غسل کے فرض:

(۱) نیت: یعنی دل سے یہ ارادہ ہو کہ اس غسل سے حدثِ اکبر کا ازالہ مقصود ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ' وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى)) (٤)

''عمل نیتوں سے ہیں' اور ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔''

---

(١) صحيح البخاری' كتاب الجنائز' باب غسل الميت ووضوءه بالماء والسدر۔ وصحيح مسلم' كتاب الجنائز' فصل فی غسل الميت ثلاثاً او خمساً او اكثر ان كانت حاجة ......

(٢) صحيح البخاری' كتاب الجمعة' باب فرض الجمعة۔

(٣) صحيح البخاری' كتاب المناسك' باب الاغتسال عند دخول مكة۔ وصحيح مسلم' كتاب الحج' باب استحباب المبيت بذی طوی عند ارادة دخول مكة والاغتسال لدخولها' ودخولها نهارا۔

(٤) صحيح البخاری' باب كيف كان بدء الوحی الی رسول الله صلی الله عليه وسلم۔

(۲) پورے جسم پر پانی بہانا: جتنے جسم کو مَلنا ممکن ہو اسے مَلا جائے' اور جس حصہ کو ملنا مشکل ہو اس پر پانی بہا دیا جائے' حتیٰ کہ غالب گمان کے مطابق پورے جسم پر پانی پہنچ جائے۔

(۳) اُنگلیوں کا اور سر اور داڑھی وغیرہ کے بالوں کا خلال کرنا' اور جسم کے جن حصوں تک پانی آسانی سے نہیں پہنچتا' ان کا خیال رکھنا' مثلاً ناف وغیرہ۔

ب) غسل کی سنتیں:

غسل میں مندرجہ ذیل امور مسنون ہیں:

(۱) بسم اللہ پڑھنا۔ کیونکہ وہ ہر اہم کام میں مشروع ہے۔

(۲) برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھوں کو دھو لینا۔ اس کی دلیل پہلے ذکر ہو چکی ہے۔

(۳) اگر جسم پر کوئی آلائش لگی ہو تو پہلے اسے دھو لیا جائے۔

(۴) پہلے وضو کے اعضاء دھوئے جائیں' پھر باقی جسم دھویا جائے۔

(۵) کلی کرنا' ناک میں پانی ڈالنا اور کانوں کے سوراخوں کو دھونا۔

ج) مکروہات:

غسل میں مندرجہ ذیل کام مکروہ ہیں:

(۱) ضرورت سے زیادہ پانی خرچ کرنا: جناب رسول اللہ ﷺ ایک صاع یعنی چار مُدّ پانی سے غسل کیا کرتے تھے۔ (۱)

(۲) ناپاک جگہ میں غسل کرنا: ایسی جگہ غسل کرنے سے یہ خطرہ ہوتا ہے کہ نجاست جسم تک پہنچ جائے گی۔

(۳) عورت کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنا: کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ جیسے کہ گزشتہ فصل میں بیان ہوا ہے۔

(۴) بغیر پردہ کے غسل کرنا: اُمّ المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''میں نے نبی کریم ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا اور آپ ؐ پر پردہ کیا تو آپ ﷺ نے غسل فرمایا''۔ (۲)

(۱) صحیح البخاری' کتاب الغسل' باب الغسل بالصاع ونحوہ۔

نوٹ: مُد کی مقدار ایک سیر کے دو تہائی (۲/۳) کے برابر ہے اور صاع کی مقدار دو سیر اور دو تہائی سیر (۲،۲/۳) ہے جو اڑھائی کلوگرام سے کچھ زیادہ ہے۔

(۲) صحیح البخاری' کتاب الغسل' باب نفض الیدین من غسل الجنابۃ۔

اگر بغیر پردہ کے غسل کرنا مکروہ نہ ہوتا تو اُمّ المؤمنینؓ حضور ﷺ کے لئے پردے کا اہتمام نہ کرتیں۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ سِتِّيْرٌ يُحِبُّ الْحَيَاءَ' فَاِذَا اغْتَسَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَتِرْ))(۱)

''اللہ تعالیٰ حیادار' پردہ پوش ہے' حیا سے محبت رکھتا ہے' لہٰذا تم میں سے کوئی شخص جب غسل کرے تو پردہ کرے۔''

(۵) ٹھہرے ہوئے پانی میں نہانا: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَغْتَسِلُ اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ))(۲)

''تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل جنابت نہ کرے۔''

(۳) غسل کا طریقہ:

غسل کا تفصیلی طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ کہہ کر غسل شروع کرے۔ اور غسل سے نیت حدثِ اکبر کے ازالہ کی ہو۔ پھر تین بار ہاتھ دھوئے' پھر استنجا کرے اور اعضائے ستر پر اگر کوئی نجاست وغیرہ لگی ہوئی ہو تو اسے دھوڈالے۔ پھر وضو کرے۔ البتہ پاؤں کے متعلق اختیار ہے' چاہے باقی وضو کے ساتھ ہی پاؤں بھی دھولے' چاہے غسل سے فارغ ہوکر بعد میں پاؤں دھولے۔ وضو کے بعد اپنے ہاتھ پانی میں ڈبو کر سر کے بالوں کی جڑوں کا خلال کرے۔(۳) پھر کانوں سمیت پورے سر کو تین چلو پانی سے تین بار دھوئے۔ پھر جسم کے دائیں حصے پر پانی بہا کر اُوپر سے نیچے تک دھوئے' پھر بائیں حصے کو بھی اسی طرح دھولے۔ غسل کے دوران جسم کے اُن حصوں کو خاص طور پر توجہ سے دھوئے جہاں پانی نہ پہنچنے کا امکان ہوتا ہے' مثلاً ناف' بغلیں اور گھٹنوں کے نیچے کا حصہ وغیرہ۔ اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

(۱) سنن ابی داوٗد' کتاب الحمام' باب النهي عن التعری۔

(۲) صحیح مسلم' کتاب الطهارة' باب النهي عن البول في الماء الراكد۔

(۳) مرد کے لئے یہ حکم ہے کہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچائے۔ لیکن عورت کے لئے سر پر تین بار پانی ڈال کر مل لینا کافی ہے۔ وہ اپنے گندھے ہوئے بال نہ کھولے۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں سر کے بال خوب کس کر باندھتی ہوں' تو کیا غسل جنابت کے لئے بال کھولا کروں؟ ارشاد ہوا: ''نہیں' تمہیں یہی کافی ہے کہ اپنے سر پر تین لپیں پانی ڈال لو پھر پورے جسم پر پانی بہالو تم پاک ہوجاؤ گی۔'' جامع الترمذی' ابواب الطهارة' باب هل تنقض المرأة شعرها عند الغسل۔

ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جناب رسول اللہ ﷺ جب غسل جنابت کرنا چاہتے تو برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو دھو لیتے' پھر اعضائے ستر کو دھوتے اور وضو کرتے جس طرح نماز کا وضو ہوتا ہے' پھر اپنے بالوں کو پانی میں تر کرتے' پھر اپنے سر پر تین لپیں پانی ڈالتے۔ پھر سارے جسم پر پانی بہاتے''۔ (۱)

(۴) ممنوع کام:

حالت جنابت میں مندرجہ ذیل کام منع ہیں:

(۱) قرآن مجید کی تلاوت: البتہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وغیرہ پڑھنا جائز ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَقْرَأُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ)) (۲)

''حائضہ عورت اور جُنبی انسان قرآن میں سے کچھ نہ پڑھے۔''

حضرت علی ﷜ نے فرمایا: ''جناب رسول اللہ ﷺ ہمیں ہر حالت میں قرآنِ مجید پڑھا دیا کرتے تھے جب تک جنابت سے نہ ہوتے''۔ (۳)

(۲) مسجد میں داخل ہونا: البتہ مجبوری کی صورت میں مسجد سے گزرنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ ......﴾ (النساء:۴۳)

''اور نہ جنابت کی حالت میں' مگر راستہ طے کرنے والے......''

(۳) نماز' خواہ فرض نماز ہو یا نفل۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا﴾ (النساء:۴۳)

''نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم نشے میں ہو' حتیٰ کہ تم جانو جو کچھ تم کہتے ہو' اور نہ جنابت میں' مگر راستہ طے کرتے ہوئے' حتیٰ کہ غسل کر لو۔''

---

(۱) جامع الترمذی' ابواب الطھارۃ' باب ما جاء فی الغسل من الجنابۃ **(اس روایت میں آخری جملہ نہیں ہے۔)**

(۲) جامع الترمذی' ابواب الطھارۃ' باب ما جاء فی الجنب والحائض انھما لا یقرآن القرآن۔

(۳) جامع الترمذی' ابواب الطھارۃ' باب ما جاء فی الرجل یقرأ القرآن علی کل حال مالم یکن جنبا۔

(۴) قرآن مجید کو چھونا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِىْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝﴾ (الواقعة:٧٦۔٧٨)

''بے شک وہ عزت والا قرآن ہے' محفوظ نوشتہ میں' اسے نہیں چھوتے مگر پاک۔''

اور جنابِ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((وَلَا تَمَسَّ الْقُرْآنَ اِلَّا وَاَنْتَ طَاهِرٌ))[1]

''اور قرآن کو مت چھو مگر جب تو پاکیزگی کی حالت میں ہو۔''

كتاب الآداب

پانچواں باب

تیمّم

۱) تیمّم کی مشروعیت۔ اور وہ کس کے لئے مشروع ہے؟

۱) تیمّم کی مشروعیت:

تیمّم کی مشروعیت قرآنِ مجید سے بھی ثابت ہے اور حدیث شریف سے بھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ﴾ (النساء:٤٣)

''اور اگر تم بیمار ہو' یا سفر میں ہو' یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آیا ہو' یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو' پھر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرلو۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَلصَّعِيْدُ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ ' وَاِنْ لَّمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِيْنَ))[2]

---

(۱) دارقطنی' کتاب الطهارة' باب فی نهی المُحدِث عن مسّ القرآن۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۲) سنن النسائی' کتاب الطهارة' باب الصلوات بتیمم واحد۔ صحیح ابن حبان' قسم اول' نوع ۳۰۔ اس روایت میں ''پاک مٹی'' کا لفظ ہے۔ اور یہ حدیث صحیح ہے۔

''مٹی مسلمان کے وضو کا ذریعہ ہے' اگر چہ اسے دس سال تک پانی نہ ملے۔''

ب) تیمّم کس شخص کے لئے مشروع ہے:

تیمّم اس شخص کے لئے مشروع ہے جسے اس قدر تلاش کے بعد پانی نہ ملے جس قدر تلاش اس جیسے شخص کے لئے مشکل نہیں' یا اسے پانی تو میسر ہے لیکن مرض کی وجہ سے اسے استعمال نہیں کر سکتا' یا اسے خطرہ ہے کہ پانی کے استعمال سے مرض میں اضافہ ہو جائے گا[1] یا صحت میں تاخیر ہو جائے گی' یا وہ حرکت نہ کر سکتا ہو اور اس کے پاس کوئی دوسرا شخص موجود نہ ہو جو اسے پانی پکڑا سکے۔ جس شخص کے پاس اتنا کم پانی ہو کہ اس سے پورا وضو نہیں کر سکتا' وہ موجود پانی سے جس قدر وضو کر سکتا ہے اتنا کر لے اور باقی وضو کے بدلے تیمّم کر لے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ......﴾ (التغابن:١٦)

''اللہ سے ڈرو جتنی تم میں طاقت ہے۔''

(۲) تیمّم کے فرض اور سُنّتیں

ا) تیمّم کے فرض:

تیمّم میں مندرجہ ذیل امور فرض ہیں:

(ا) نیت: کیونکہ فرمانِ نبویؐ ہے:

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ' وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى)) (۲)

''اعمال نیتوں سے ہیں' اور ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہو۔''

لہٰذا تیمّم کرتے وقت یہ نیت ہونی چاہئے کہ نماز وغیرہ جیسے اعمال جو پہلے ممنوع تھے' تیمّم سے جائز ہو جائیں۔

(۲) مٹی کا پاک ہونا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

(۱) اگر پانی ٹھنڈا ہو اور اسے پانی گرم کرنے کے لئے کوئی چیز نہ ملے اور اسے غالب گمان ہو کہ ٹھنڈے پانی کے استعمال سے وہ بیمار ہو جائے گا' تو تیمّم کر کے نماز پڑھنا درست ہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں منع نہیں فرمایا۔ سنن ابی داوٗد' کتاب الطھارۃ' باب اذا خاف الجنب البرد تیمم۔

(۲) صحیح البخاری' باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

﴿فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا.....﴾ (النساء:٤٣) ''پاک مٹی کا قصد کرو''۔

(۳) پہلی ضرب: یعنی مٹی پر ہاتھ رکھنا۔

(۴) چہرے اور ہاتھوں کا مسح: کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ﴾ (النساء:٤٣)

''اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرلو۔''

ب) تیمّم کی سنتیں:

تیمّم میں مندرجہ ذیل امور سنت ہیں:

(۱) بسم اللہ کہنا: کیونکہ یہ ہر اہم کام میں مشروع ہے۔

(۲) دوسری ضرب: پہلی ضرب فرض ہے۔ اگر صرف ایک ہی ضرب سے تیمّم کیا جائے تو صحیح ہے۔ دوسری ضرب سنت ہے۔

(۳) بازوؤں پر مسح کرنا: اگر صرف ہاتھوں پر مسح کیا جائے تو کافی ہے۔ بازوؤں کا مسح احتیاطاً ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آیت مبارکہ میں اَیْدِیْکُمْ کی تشریح میں اختلاف ہے۔ بعض علماء اس سے محض ہاتھ مراد لیتے ہیں اور بعض کے نزدیک اس میں کہنیوں تک بازو بھی شامل ہیں۔

(۳) نواقض تیمّم۔ اور تیمّم سے جائز ہونے والے کام:

ا) تیمّم دو چیزوں سے ٹوٹتا ہے:

(۱) ہر وہ چیز جس سے وضو ٹوٹتا ہے۔ کیونکہ تیمّم وضو کا متبادل ہے۔

(۲) جس شخص نے پانی موجود نہ ہونے کی وجہ سے تیمّم کیا ہو' اسے اگر نماز شروع کرنے سے پہلے یا نماز کے دوران پانی مل جائے تو اس کا تیمّم ٹوٹ جائے گا۔ لیکن اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد پانی ملے تو نماز صحیح ہے' دہرانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُصَلُّوْا صَلَاةً فِيْ يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ))(۱)

---

(۱) سنن النسائی' کتاب الامامة' باب سقوط الصلاة عمن صلی مع الامام فی المسجد جماعةً۔ وسنن ابی داوٗد' کتاب الصلاة' باب اذا صلی فی جماعة ثم ادرك جماعة أیعید؟

(باقی اگلے صفحہ پر)

''ایک دن میں ایک نماز دو بار نہ پڑھو۔''

ب) تیمم سے کیا جائز ہوتا ہے:

ہر وہ کام جو تیمم سے پہلے منع تھا' تیمّم سے جائز ہو جاتا ہے۔ مثلاً نماز' طوافِ کعبہ' مصحف کو ہاتھ لگانا' قرآن کی تلاوت کرنا' مسجد میں ٹھہرنا وغیرہ۔

(۴) تیمّم کا طریقہ:

تیمّم کا طریقہ مندرجہ ذیل ہے:

بسم اللہ کہتے ہوئے یہ نیت کرے کہ جس مقصد کے لئے تیمّم کیا جا رہا ہے' اس کی ادائیگی جائز ہو جائے۔ پھر زمین کی سطح پر اپنے دونوں ہاتھ مارے' خواہ سطح زمین پر مٹی ہو یا ریت' پتھر یا کلر شور وغیرہ۔ ہاتھوں پر لگ جانے والے غبار کو ہلکا سا جھاڑ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ پھر ایک بار چہرے پر ہاتھ پھیرے۔ اس کے بعد اگر چاہے تو دوبارہ زمین پر ہاتھ مارے۔ اس کے بعد ہاتھوں کا اور کہنیوں تک بازوؤں کا مسح کرے۔ اگر صرف ہاتھوں کا مسح کرے تو بھی کافی ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

سوال: ایک بار تیمّم کرنے کے بعد اگر تیمّم توڑنے والی کوئی چیز واقع نہیں ہوئی' تو کیا اسی تیمّم سے کئی نمازیں ادا کر سکتا ہے؟

جواب: اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ اس کی وجہ علماء کا اجتہاد ہے۔ کیونکہ اس مسئلہ میں کوئی صریح نص وارد نہیں ہے جس کی بنا پر ایک فریق کے قول کو دوسرے فریق کے قول پر ترجیح دی جا سکے یا کسی ایک قول کو غلط کہا جا سکے۔ احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ہر نماز کے لئے الگ تیمّم کر لیا جائے۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

نوٹ: یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو بغیر کسی وجہ کے نماز دوبارہ پڑھے۔ لیکن اگر کسی نے پہلے اکیلے نماز پڑھی ہو' پھر اسے جماعت مل جائے تو اسے جماعت کے ساتھ دوبارہ نماز پڑھ لینی چاہئے' وہ اس کی نفلی نماز بن جائے گی۔ دیکھئے: سنن النسائی' کتاب الامامة' باب اعادة الصلاة مع الجماعة بعد صلاة الرجل لنفسه۔ و سنن ابی داوٗد' کتاب الامامة' باب فیمن صلی فی منزله ثم ادرك الجماعة یصلی معهم۔

''گاہے گاہے باز خواں ایں قصّہ (ہائے) پارینہ را!''

بانیٔ تنظیم اسلامی کے پانچ خطوط

متعلقہ اواخر ۹۷ء واوائل ۹۸ء

بانیٔ تنظیم اسلامی' ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کے حسب ذیل چار مکاتیب میں ایک تو ۹۸۔۱۹۹۷ء کے دوران ان کے عوارض کا ذکر ہے' پھر ان کی ان تکالیف کے باوجود دین کی خدمت کی جو دھن اُن پر سوار رہی اور جس بھاگ دوڑ میں ان کے دن گزرتے رہے اس کی تصویر بھی ہے جو بہت سے رفقاءِ تنظیم کے لئے سبق آموز ہے ـــــ مزید برآں حیاتِ انسانی کے ایک لازمی مرحلے اور وقفے (بمصداقِ ''موت اِک زندگی کا وقفہ ہے ـــــ یعنی آگے بڑھیں گے دم لے کر!'') کے لئے جس ذہنی' قلبی اور نفسیاتی تیاری کا نقشہ ان خطوط میں سامنے آتا ہے ـــــ وہ تو بہت ہی قابلِ رشک ہے! ان کی یکجا اشاعت سے نہ صرف اُس وقت کے امیر تنظیم اسلامی کی شخصیت کی ایک جھلک سامنے آجائے گی ـــــ بلکہ تنظیم کی تاریخ کا ایک اہم ورق بھی محفوظ ہو جائے گا۔ (ادارہ)

(۱)

مکتوب از لاہور' مؤرخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۹۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم ملتزم رفقاء تنظیم اسلامی' السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'!

مجھے خوب اندازہ ہے کہ آپ میں سے اکثر کو اپریل ۹۷ء کے مشاورتی اجتماع کے بعد صرف چھ ماہ کے فصل سے اواخر اکتوبر میں دوسرا اجتماع' ——اور وہ بھی چھ دنوں پر محیط—— نہایت غیر متوقع ہی نہیں کسی قدر ''شاق'' بھی محسوس ہوا ہوگا۔ خود میرے اپنے ٹائم ٹیبل میں بھی اس کے لئے اپریل ۹۸ء ہی کا وقت طے تھا۔ لیکن میری صحت سے متعلق بعض ایسی چیزیں سامنے آئی ہیں کہ جن کی بنا پر یہ تبدیلی ناگزیر ہے!

جیسے کہ آپ کے علم میں ہوگا' اس وقت میرے اصل عوارض تو دو ہی ہیں۔ ایک ہائی بلڈ پریشر جو لگ بھگ دس بارہ سال سے ہے' اگرچہ ادویات کے ذریعے کنٹرول میں رہتا ہے۔ اور دوسرے میرے گھٹنوں کا Osteo-arthritis جس کا آغاز نومبر ۹۱ء میں امریکہ کے بعض رفقاء و احباب کے رویئے کے ضمن میں ایک عظیم صدمے سے ہوا تھا' لیکن پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ صدمے کے ذہنی اور نفسیاتی زخم تو مندمل ہوتے چلے گئے لیکن گھٹنوں کا جسمانی عارضہ مسلسل بڑھتا چلا گیا۔ غالباً ۹۳ء میں ان کا پہلا آپریشن صرف ''سادہ صفائی'' کا ڈاکٹر عامر عزیز صاحب نے کیا تھا' جس سے بہت عارضی سا افاقہ ہوا۔ چنانچہ انہوں نے اسی وقت تجویز کر دیا تھا کہ اس کا وہی صفائی والا آپریشن ایک ''منی کیمرہ'' گھٹنوں میں داخل کر کے ہونا چاہئے جو اُس وقت لاہور میں نہیں ہو سکتا تھا—— چنانچہ ۹۴ء میں یہ آپریشن نیوجرسی (امریکہ) میں ہوا۔ لیکن سرجن (ڈاکٹر محمد شفیع) نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اس سے کوئی مستقل فائدہ نہیں ہوگا۔ ہاں چند ماہ کے لئے کچھ relief مل جائے گا اور آپ کو جلد ہی "Total Replacement" کا بڑا آپریشن کرانا ہوگا۔ میں چونکہ اِس سال امریکہ رمضان مبارک میں انگریزی میں دورۂ ترجمہ قرآن ریکارڈ کرانے کی نیت سے گیا تھا اس لئے میں نے عارضی relief کو بھی غنیمت سمجھتے ہوئے وہ آپریشن کرا لیا۔ لیکن افسوس کہ اس سے مجھے عارضی آرام بھی حاصل نہ ہو سکا—— لہٰذا میں دورۂ ترجمہ قرآن بھی ریکارڈ نہ

کرا سکا۔ ڈاکٹر شفیع صاحب نے میرے گھٹنوں کی جو اندرونی کیفیت کیمرے کے ذریعے براہِ راست دیکھ لی تھی اس کے پیش نظر کہا کہ ''مجھے تو حیرت اس بات پر ہے کہ آپ چل پھر کس طرح رہے ہیں!'' تاہم میں اس کے بعد بھی اللہ کے فضل اور ادویات کے بل پر ''چلتا'' رہا — اور الحمدللہ کہ دین کا کام بھی جاری رہا! چنانچہ مطالعۂ قرآنِ حکیم کے منتخب نصاب کا انگریزی میں مکمل درس بھی ریکارڈ ہو گیا اور نصف قرآن کا انگریزی میں ''دورۂ ترجمہ'' بھی!

دافع درد ادویات میں سے صرف "Voltaren" سے مجھے اتنا relief ملتا ہے کہ درد برداشت کی حد کے اندر اندر رہے اور میں کام جاری رکھ سکوں۔ لیکن خود مجھے بھی معلوم تھا اور دوسرے ڈاکٹر احباب بھی warn کرتے رہتے تھے کہ اس کے معدے اور گردوں پر مضر اثرات مترتب ہوتے ہیں۔ تاہم میں مقصد زندگی کی دھن میں اس اندیشے کو نظر انداز کرتا رہا — تا آنکہ غالباً وسط ۹۵ء میں خانیوال میں مجھے خون آلود قے آئی — جو گویا معدے کی جانب سے سرخ جھنڈی کی حیثیت رکھتی تھی۔ لہٰذا خیال ہوا کہ کچھ عرصہ ادویات پر انحصار کم کرنے کے لئے ایک بار پھر کیمرہ کے ساتھ صفائی والا آپریشن کرا لیا جائے' جواب پاکستان میں بھی ہونے لگا تھا۔

چنانچہ یہ آپریشن تھا جو نومبر ۹۵ء میں ڈاکٹر عامر عزیز صاحب ہی نے اتفاق ہسپتال میں کیا' جس کے دوران عارضی طور پر میرا قلب ''فیل'' ہو گیا اور بے چارے عامر عزیز صاحب اور ان کے دیگر رفقائے کار پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ مجھے تو اُن حضرات نے گہری نیند سلا دیا تھا لہٰذا مجھے کچھ معلوم نہیں کیا ہوا — لیکن جو کچھ اُن پر بیتی ہو گی اس کا اندازہ مجھے اس سے ہو جاتا ہے کہ جب بھی اس کا تذکرہ عامر عزیز صاحب کے سامنے ہوتا ہے میں محسوس کرتا ہوں کہ اُن کے اعصاب پر اندرونی طور پر لرزہ سا طاری ہو جاتا ہے۔ تاہم اس وقتی حادثہ کے بعد مجھے کچھ نہ کچھ relief ضرور ملا۔ چنانچہ دسمبر ۹۵ء میں مَیں نے بحمد اللہ بھرپور عمرہ بھی کیا۔ اور پھر ۹۶ء میں چار بار امریکہ کا سفر بھی کیا۔

لیکن اوائل ۹۷ء ہی سے میری تکلیف میں پھر شدت پیدا ہو گئی جس کی بناء پر مجھے امریکہ سے فوری طور پر واپس آنا پڑا۔ حالانکہ میں وہاں اس نیت سے گیا تھا کہ رمضان مبارک کے دوران بقیہ نصف قرآن کا دورۂ ترجمہ انگریزی بھی ریکارڈ کرا دوں۔ نتیجتاً وہاں سے واپس آتے ہی بڑے آپریشن کا حتمی فیصلہ بھی کر لیا گیا اور یہ بھی طے کر لیا گیا کہ یہ پاکستان ہی میں ہو گا اور ڈاکٹر عامر عزیز خان ہی کریں گے۔

لیکن پھر اس میں دو اسباب سے التواء ہو گیا۔ ایک مجھے از خود ہی کچھ درد کی شدت میں کمی محسوس ہوئی (اور یہ غالباً آپریشن کے نفسیاتی خوف کے باعث تھا!) اور دوسرے ایک ریٹائرڈ بریگیڈیئر عبدالمجید صاحب نے نہایت اصرار (بلکہ الحاح) اور حد درجہ شفقت اور محبت کے ساتھ کہا کہ صرف تین ماہ میرا علاج کر لیں۔ وہ یہ علاج امریکہ میں اس وقت بہت مقبول عام Herbal اور Nutritional ادویات کے ذریعے کرتے ہیں۔ بریگیڈیئر صاحب خود تو صرف ''تجربہ کار'' ہیں' ڈاکٹر نہیں' لیکن ان کے ایک صاحبزادے نے جو باضابطہ تعلیم یافتہ ڈاکٹر ہیں' ان کے علاج کی تاثیر کی بڑی زوردار گواہی دی۔ بہرحال گزشتہ لگ بھگ چار ماہ سے یہ ادویات زیر استعمال ہیں لیکن ان سے عام صحت میں کچھ بہتری اور قوتِ کار میں کسی قدر اضافہ تو ہوا ہے گھٹنوں کی تکلیف میں سرِ مو افاقہ نہیں ہوا۔

اس دوران میں ایک تو ایک بالکل نیا عارضہ پیدا ہوا — دوسرے دس بارہ سال قبل کے خوفناک عارضے نے دوبارہ سر اٹھایا — اور تیسرے Voltaren کے مضر اثرات کا ظہور زیادہ نمایاں ہو گیا۔

☆ نیا عارضہ اواخر اپریل ۹۷ء کے ''ہفتہ تقریبات انجمن و تنظیم'' کے فوراً بعد مرکزی شوریٰ کے اجلاس کے دوران ہوا۔ یعنی بخار کے ساتھ مثانے اور پیشاب کی نالی میں شدید تکلیف — اور پیشاب کا خطا ہو جانا۔ جس سے Prostate کے Cancer کا اندیشہ ہوا۔ تاہم تفتیش پر یہ تو اطمینان ہوا کہ اس غدود میں کینسر نہیں ہے' لیکن ادویات کا ایک نیا مستقل کھاتہ بھی کھل گیا — اور پیشاب کے ''کنٹرول'' کے ضمن میں ایک مستقل ''بے اعتمادی'' کی سی کیفیت بھی پیدا ہو گئی۔

☆ پرانا عارضہ جو اوّلاً حالیہ سفر امریکہ کے دوران لاس اینجلز میں عود کرتا نظر آیا وہ کمر کی وہ تکلیف تھی جو ۸۶۔۱۹۸۵ء میں پوری شدت کے ساتھ ظاہر ہوئی تھی (جس کی بنا پر ایک بار مجھے کراچی سے لاہور سٹریچر پر لایا گیا تھا) اور ثانیاً گڑھی شاہو میں توسیعی مشاورت کے اجلاس کے بعد دوبارہ اس کی سرخ بتی روشن ہوئی — پہلے موقع پر مجھے پیشاب کی حاجت پوری کرنے کے لئے شدید تکلیف برداشت کرتے ہوئے تیز تیز چلنا اور سیڑھی اترنا پڑی تھی — دوسرے موقع پر میں اجلاس مشاورت کے بعد خواہ مخواہ کے جوش میں مرکزی دفتر کی بالائی منزل تک جانے کے لئے خاصی بلند اور بے ہنگم سیڑھی چڑھ گیا تھا!۔

☆ voltaren کے مضر اثرات کے ضمن میں اب معدہ پر بھی مستقل اثر واقع ہو چکا ہے'

یعنی کہاں تو وہ عالم ہوتا تھا کہ ''لکڑ ہضم پتھر ہضم'' کہاں یہ صورت کہ اب ذرا سی بے احتیاطی بھی سخت تکلیف کی موجب ہو جاتی ہے اور خالی معدے کی حالت میں بھی ہلکا سا درد اور متلی سی محسوس ہوتی رہتی ہے ـــ لیکن اس سے کہیں زیادہ تشویش ناک معاملہ یہ ہے کہ گردوں کا فعل متاثر ہو رہا ہے اور خون میں Creatinine کا Level بڑھ رہا ہے' جو نہایت قابل حذر بات ہے۔

اس ساری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ اب میرے گھٹنوں کا بڑا آپریشن یعنی Total Replacement ناگزیر ہے۔ یہاں تک کہ حالیہ سفر امریکہ کے دوران ایک بار تو میں نے احباب کے شدید اصرار پر یہ بھی کہہ دیا تھا کہ ''ٹھیک ہے میں کل ہی آپریشن کے لئے تیار ہوں''۔ لیکن پھر یہ ضروری سمجھا گیا کہ آپریشن کے موقع پر میری اہلیہ اور کسی نہ کسی ایک بیٹے کا موجود ہونا ضروری ہے ـــ لہٰذا معاملہ فوری طور پر تو ملتوی ہو گیا۔ تاہم اس پر سب کا ''اجماع'' ہے کہ اب زیادہ تاخیر درست نہیں ہے!

ادھر آپریشن کے ضمن میں دوبارہ سب سے اہم اختلافی مسئلہ تو یہ اٹھ کھڑا ہوا ہے کہ یہ پاکستان میں ہو یا امریکہ میں۔

امریکہ کے جملہ احباب بضد ہیں کہ آپریشن وہیں کرایا جائے اور ان کے دلائل کا انکار ممکن نہیں ہوتا۔ ادھر میری اہلیہ اور بچے مُصر ہیں کہ اولاً تو آپریشن سے مزید گریز ہی کیا جائے' اور زندگی کے معمولات میں سے حرکت اور سفر کو بالکل نکال کر صرف قرآن اکیڈمی میں ہی ''مقید'' رہ کر دین کی جو خدمت بھی بن آئے کی جائے تاکہ مضر ادویات کم سے کم استعمال کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ اور بصورتِ دیگر آپریشن کرانا ہی ہو تو وہ یہیں پاکستان میں ہو ـــ تیسری جانب میں خود بھی نہیں چاہتا تھا کہ ان لوگوں کی فہرست میں شمار کیا جاؤں جن کا علاج صرف یورپ یا امریکہ میں ہی ہو سکتا ہے۔

اس سلسلے میں ایک اہم مسئلہ اخراجات کا بھی ہے۔ اگرچہ امریکہ کے احباب مصر ہیں کہ یہ سارا بوجھ وہ بخوشی برداشت کر لیں گے' بلکہ کیلیفورنیا کے شہر frezno میں تو (جہاں میں نے ایک روز آپریشن کے لئے آمادگی بھی ظاہر کر دی تھی) برادرم ڈاکٹر محمد اشرف (کارڈیالوجسٹ) نے سرجن سے بات بھی کر لی تھی اور وہ بغیر فیس کے آپریشن پر آمادہ تھے' مزید برآں معلوم ہوا کہ وہاں ''فزیوتھراپی'' کے انچارج میرے جماعت اسلامی کے دور کے دیرینہ کرم فرما چودھری محمد اشرف باجوہ مرحوم کے فرزند ارجمند ڈاکٹر سکندر باجوہ ہیں (ان

سے بھی ملاقات ہوئی' نہایت ہنس مکھ نوجوان ہیں اور پوری تندہی اور دلی مسرت کے ساتھ ''خدمت'' پر آمادہ!!) مزید برآں امریکہ کے اس نسبتاً چھوٹے سے شہر میں حسن اتفاق سے پاکستانی ڈاکٹروں کا اتنا بڑا جمگھٹا ہے کہ مقامی ہسپتال پر تقریباً ان ہی کا قبضہ ہے!——اس سب کے باوجود میں خود بھی' لیکن مجھ سے کہیں زیادہ میرے اہل خانہ احباب کا اتنا بڑا ''احسان'' برداشت کرنے پر آمادہ نہیں ہیں!

ادھر خود پاکستان میں عزیزم ڈاکٹر عامر عزیز خان کے فیس لینے کا تو کیا سوال وہ "Artificial Joint" بھی اپنی جیب سے خریدنے پر مُصر ہیں——تاہم یہ سب بھی ع ''احساسِ خودی پر ہوتی ہے اک بوجھ نگاہِ لطف وکرم!'' کے مصداق میرے اور میرے اہل وعیال کے لئے ایک ''بوجھ'' ہی ہوگا۔

اس معاملے کا ایک اور پہلو یہ بھی ہے کہ پاکستان میں میرا یہ آپریشن سوائے عزیزم ڈاکٹر عامر عزیز خان کے اور کسی سے کرانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اولاً اس لئے کہ وہ میرے بیٹے عزیزم ڈاکٹر عارف رشید کے کلاس فیلو رہے ہیں اور اس طرح گویا وہ میرے بیٹوں کے مانند ہیں——اور ثانیاً اس لئے کہ وہ نہ صرف انجمن خدام القرآن سے وابستہ ہیں بلکہ انہوں نے ایک سالہ ''رجوع الی القرآن کورس'' کی بھی تکمیل کی ہے۔ اِدھر اگرچہ خود وہ تو نومبر ۹۵ء والے حادثے کے باوجود مجھ پر ''ہاتھ ڈالنے'' کے لئے بالکل آمادہ ہیں' تاہم میرا ذاتی احساس ہے کہ اس میں انہیں اندرونی طور پر خفیف سی نفسیاتی ہچکچاہٹ کا سامنا ہے۔ (واللہ اعلم!)

ان حالات میں اگرچہ پاکستان یا امریکہ کا حتمی فیصلہ تو میں خود یا میرے اہل خانہ ہی کریں گے (بجوائے الفاظِ قرآنی: ﴿وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ﴾ الانفال: ۷۵) تاہم آپ حضرات سے استصواب بھی یقیناً موجب خیر و برکت ہوگا! خصوصاً اس اعتبار سے کہ امریکہ کے رفقاء واحباب کی ترجمانی اور نمائندگی کے لئے اب وہاں کے سب سے بڑے Spokesman یعنی ڈاکٹر فرخ خاں صاحب بھی رجوع الی القرآن کورس میں شرکت کے لئے پاکستان آ چکے ہیں!

آپریشن کے ضمن میں اس امر پر بھی تقریباً اجماع ہے کہ دونوں گھٹنوں کا آپریشن بیک وقت نہیں ہونا چاہئے' بلکہ یکے بعد دیگرے کا معاملہ لازمی ہے۔ اور ہر آپریشن کے لئے ہسپتال میں تو اگرچہ زیادہ قیام ضروری نہیں ہوگا لیکن PhysioTherapy کے خاصے

طویل اور تکلیف دہ مرحلے سے بھی گزرنا ہوگا اور تقریباً تین ماہ تک کوئی سفر نہیں کیا جا سکے گا۔
اور آخری بات یہ کہ ڈاکٹر عامر عزیز صاحب کے الفاظ میں: ''یہ آپریشن قلب کے ''Bye-Pass'' آپریشن سے ہرگز کسی طرح کم نہیں ہے!''

یہ ہے وہ پس منظر جس میں مَیں شدت کے ساتھ ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ اب بلا تاخیر تنظیم اسلامی کی امارت کے ضمن میں اپنی ''جانشینی'' کا حتمی اور آخری فیصلہ کرلوں......!

یاد ہوگا کہ اپریل ۹۵ء میں تنظیم اسلامی کے ملتزم رفقاء کے مشاورتی اجتماع میں یہ فیصلے کر لئے گئے تھے کہ: (i) میرے بعد بھی تنظیم کا نظام بیعت ہی کی اساس پر قائم رہے گا۔ اور (ii) اپنے جانشین کا فیصلہ میں خود کروں گا ــــ اور اسے ایک وصیت کی صورت میں لکھ کر محفوظ رکھوں گا جس پر وقتاً فوقتاً نظر ثانی بھی کرتا رہوں گا ــــ بحمد اللہ تاحال اس پر عمل ہو رہا ہے۔

لیکن اب ایک تو مجھے اپنی طبیعت کا رجحان ومیلان اس جانب محسوس ہو رہا ہے کہ میں اپنے جانشین کا اعلان اپنی زندگی ہی میں کر دوں اور اپنی بقیہ مہلت عمر کے دوران اسے نائب امیر کی حیثیت سے ساتھ رکھ کر حتی الامکان train کرنے کی کوشش کروں۔ لیکن میں اس معاملے میں آپ حضرات سے بھرپور استصواب کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔

دوسری اور اہم تر بات یہ ہے کہ اپریل ۹۵ء میں اپنے جانشین کے لئے جو رائے میں نے آپ حضرات سے حاصل کی تھی اوّلاً تو وہ بالکل اچانک سا معاملہ بن گیا تھا اور ثانیاً اس کا طریق کار بھی ایسا نہیں تھا کہ جس کی بناء پر موصولہ آراء پر پورا بھروسہ کیا جا سکے۔

بنابریں واقعہ یہ ہے کہ میں تاحال اس معاملے میں سخت متردّد ہوں اور چاہتا ہوں کہ آخری فیصلے سے قبل آپ حضرات کی پوری طرح سوچی سمجھی آراء سے اطمینان بخش حد تک مستفید ہو سکوں!

چنانچہ اس کے لئے حالیہ توسیعی مجلس عاملہ کے اجلاس میں ایک تفصیلی طریقہ کار بھی طے کر لیا گیا ہے، جس میں آراء کے حصول سے قبل بعض سینئر اور معمر رفقائے تنظیم (جیسے شیخ جمیل الرحمٰن صاحب بھولا والے اور جناب سراج الحق سید صاحب) کی جانب سے رفقاءِ تنظیم کی اصولی رہنمائی کا اہتمام بھی شامل ہوگا۔ اور ان نمایاں رفقاء تنظیم کے مفصل خطابات کے علاوہ ان پر ''جرح'' بھی شامل ہوگی جن میں سے کسی پر میری جانشینی کی ذمہ داری کا بوجھ آنا متوقع

ہو ـــــ اور ظاہر ہے کہ ان جملہ امور کے لئے وقت کافی کھلا درکار ہو گا!

چنانچہ بنیادی طور پر اِن ہی امور کے لئے میں نے آپ کو ۲۶/اکتوبر تا یکم نومبر لاہور آنے کی زحمت دی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس اہم اور نازک مرحلے کو بخیر و خوبی طے کرا دے ـــــ اور میں اپنی بتیس سالہ مساعی کے اصل حاصل یعنی تنظیم اسلامی کو' جو بحمد اللہ گزشتہ بائیس برس کے دوران اِکا دُکا اشخاص کے استعفے یا اخراج کے علاوہ کسی بڑے خروج و اخراج کے حادثے سے محفوظ رہی ہے' بغیر کسی خلفشار یا انتشار کے ثابت و سالم صورت میں اگلی نسل کو منتقل کر دوں۔ وما ذٰلك على الله بعزيز!

آپ حضرات کے احساس ذمہ داری سے توقع رکھتا ہوں کہ آپ بغیر کسی شدید اور قطعی طور پر ناقابل عبور مجبوری کے محض تساہل کی بنا پر عدم شمولیت کی راہ اختیار نہیں کریں گے اور شمولیت کے ضمن میں متعلقہ نظم کی جانب سے موصول ہونے والی جملہ ہدایات پر پوری طرح کاربند رہیں گے ـــــ کیا عجب کہ یہ میری آپ حضرات کے ساتھ آخری مفصل ملاقات اور طویل صحبت ہو! فقط والسلام

خاکسار اسرار احمد عفی عنہ
لاہور' ۳۰ ستمبر ۱۹۹۷ء

پس نوشت: الفاظ قرآنی: ﴿وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَکْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ﴾ (لقمان: ۳۴) کے مطابق نہ تو یہ معلوم ہے کہ موت کب اور کہاں واقع ہو گی' نہ یہ کہ کل صحت کا حال کیا ہو گا ـــــ تاہم ظاہری احوال کے اعتبار سے میرا اپنا شیڈول یہ ہے کہ: (i) مجوزہ اجتماع کے فوراً بعد ۶ نومبر تا ۱۱ نومبر کراچی میں رہوں گا۔ (ii) بعد ازاں ۱۲ نومبر تا ۱۹ نومبر لندن میں گزاروں گا (ممکن ہے کہ ان میں سے دو دن کے لئے ناروے کا چکر لگا لوں تاکہ برادرم عبدالرحمٰن غوث کی دیرینہ خواہش پوری ہو جائے) ـــــ (iii) جمعہ ۲۱ نومبر تا سوموار ۲۴ نومبر پانچ دن رڈگرز یونیورسٹی (نیوجرسی) کے نوجوان رفقاء تنظیم کے حوالے کر دوں۔ پھر (iv) جمعہ ۲۸ نومبر تا ۷۔۸ دسمبر ہیوسٹن میں تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ کے سالانہ اجتماع اور اس کے بعد اجلاس شوریٰ وغیرہ میں شرکت کروں۔ پھر (v) واپس پاکستان آ کر ۱۵ تا ۲۲ دسمبر ڈھاکہ کا سفر کروں (جس کے لئے حال ہی میں کراچی کے معروف سیاسی کارکن اور صحافی جناب ظفیر احمد صاحب اور جناب ایس ایچ شریف

صاحب' سیکرٹری جنرل' 'پاکستان سٹیزنز نیشنل کمیٹی فار ریپٹیری ایشن آف سٹرینڈڈ پاکستانیز'' بہت زوردار دعوت دے گئے ہیں!) ـــــ پھر (vi) اب بقیہ زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ جنوری ۹۸ء کے دوران رمضان مبارک میں دورۂ ترجمہ قرآن کی از سرنوان جدید کیمروں کے ذریعے ویڈیو ریکارڈنگ کرادوں جن سے تیار ہونے والے ویڈیو سیٹلائٹ تک سے نشر کیے جاسکیں اور اس کے بعد (vii) فروری میں ''بنامِ خدا آپریشن'' خواہ امریکہ میں خواہ پاکستان میں!! ـــــ بہرحال یہ ہے میری آرزو اور نیت' باقی ہوگا وہی جو اللہ چاہے گا اور ہم بھی ان شاء اللہ اسی پر راضی رہیں گے!

(۲)

مکتوب از قرآن اکیڈمی' کراچی' مؤرخہ ۱۳ر جنوری ۱۹۹۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم رفقاء تنظیم اسلامی' السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

لگ بھگ ساڑھے تین ماہ بعد آپ حضرات سے دوبارہ مخاطب ہوں۔ ۳۰ دسمبر ۹۷ء کو جو خط میں نے تنظیم کے ملتزم رفقاء کے نام تحریر کیا تھا اسے ''ندائے خلافت'' کے ۸ر اکتوبر کے شمارے میں بھی شائع کر دیا تھا۔ اس عریضے کی تحریر سے قبل وہ پرچہ نکلوا کر دیکھا تو نہایت خوشگوار حیرت بھی ہوئی اور اس پر اللہ تعالیٰ کے عظیم فضل وکرم کا شدید احساس بھی ہوا کہ میں نے اس خط کے ''پس نوشت'' میں اپنے جس مجوزہ پروگرام کی تفصیل دی تھی' اللہ تعالیٰ نے اسے بھرپور طور پر اور ٹھیک اسی نظام الاوقات کے ساتھ پورا کرادیا۔ چنانچہ انگلستان' امریکہ اور بنگلہ دیش کے سفر بھی حسب پروگرام ہو گئے (اور بحمد اللہ ہر جگہ بہت کامیاب اور نتیجہ خیز پروگرام منعقد ہوئے) اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنی جس خواہش کا اظہار اپنی صحت کی عمومی صورت حال کے پیش نظر بہت ڈرتے ڈرتے کیا تھا' یعنی دورۂ ترجمہ قرآن کا' میرے پاس اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے مناسب الفاظ نہیں ہیں جن سے اس کے اس احسان کے شکر کا حق ادا کیا جاسکے کہ اس نے اپنے کمال فضل وکرم سے اس کے پورا ہونے کی صورت بھی پیدا فرمادی۔ چنانچہ کراچی کی قرآن اکیڈمی کی جامع مسجد کے وسیع وعریض ہال میں آج کل نماز تراویح کا سماں دیدنی ہوتا ہے۔ عشاء کی جماعت سوا آٹھ بجے کھڑی ہوتی ہے اور پھر نماز

تراویح اور ترجمہ وتشریح قرآن کا سلسلہ اکثر پونے تین بجے اور کبھی کبھی تین بجے صبح ختم ہوتا ہے اور بحمد اللہ گزشتہ رات ہم نے سورۂ حج کے پہلے پانچ رکوع مکمل کر لئے ہیں۔ تراویح کی پہلی آٹھ رکعتوں اور ''بیان القرآن'' کے دو گھنٹے کے پروگرام میں تو حاضری ساڑھے تین چار صد تک ہوتی ہے (جو جمعہ اور ہفتہ کو پانچ صد سے بھی متجاوز ہو جاتی ہے) اور آخر میں وتر کی جماعت میں بھی کم از کم ڈیڑھ سو افراد لازماً شریک ہوتے ہیں اور عام سامعین و شرکاء اور احباب و رفقاء پر مستزاد خود میں حیران ہوں کہ ہر شب پورے چار گھنٹوں کے بیان کی مشقت کیسے برداشت کر رہا ہوں۔ ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾۔

''ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!''

میرے گھٹنوں کے عارضے کے ضمن میں تو تنظیم کے ملتزم رفقاء کی عظیم اکثریت نے تو فیصلہ دے ہی دیا تھا کہ اب آپریشن میں مزید تاخیر نہیں ہونی چاہئے اور یہ آپریشن امریکہ ہی میں کرایا جانا چاہئے۔ تاہم میں خود اور میرے جملہ اہل خانہ بالخصوص میری اہلیہ نومبر ۹۷ء کے اواخر تک اس پر جازم تھے کا آپریشن لاہور ہی میں کرایا جائے گا۔ لیکن اواخر نومبر میں تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ کا جو سالانہ اجتماع ہوسٹن (ٹیکساس' امریکہ) میں ہوا اس میں تنظیم کے ملتزم رفقاء کا جو خصوصی اجلاس منعقد ہوا اس کے بعد مجھے ہتھیار ڈال دینے کے سوا کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔ اس لئے کہ اس موقع پر متعدد سینئر رفقاء نے جس اصرار و الحاح بلکہ رقت آمیز انداز میں مجھ سے اپیل کی (یہاں تک کہ بعض رفقاء بالفعل رونے بھی لگے' جس پر خود میں بھی اپنے آنسو ضبط نہ کر سکا) اس پر سوائے ''سپر انداختن'' کے کوئی اور طرزِ عمل ممکن ہی نہیں تھا (رقت کے باعث بولنا بھی ممکن ہی نہیں تھا!)۔ البتہ بعد میں' مَیں نے اس فیصلے کا اعلان کر دیا کہ میں اس پورے معاملے کو ''سپردم بہ تو مایہ خویش را'' کے انداز میں اولاً اللہ تعالیٰ کے اور ثانیاً بالکلیہ تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ کے حوالے کرتا ہوں۔

ادھر وہ حضرات تو جیسے سبز جھنڈی کی ذرا سی حرکت ہی کے منتظر تھے۔ چنانچہ جھٹ پٹ فیصلہ ہو گیا کہ میرے پہلے سے اعلان شدہ پروگراموں کی تکمیل کے فوراً بعد —— یعنی لگ بھگ مارچ ۱۹۹۸ء میں ڈیٹرائٹ کے مشہور ہنری فورڈ ہاسپٹل میں آپریشن کرایا جائے گا۔

اور اب تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ میرا ابتدائی معائنہ ڈیٹرائٹ میں ۲۵ فروری کو ہو گا۔ اس کے بعد ضروری تحقیق و تفتیش کے مراحل طے کرنے کے بعد آپریشن ۲۶ مارچ کو ہو گا۔ اور

ادھر چونکہ میں اس معاملے میں "کالمیّت فی ایدی الغسّال" کی حیثیت اختیار کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں' لہٰذا اسے دُنیوی اور انسانی سطح پر تو حتمی طور پر طے شدہ ہی سمجھنا چاہئے۔ ویسے غیب کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے اور صرف وہی جانتا ہے کہ ''کل کون ذی نفس کیا کمائی کرے گا اور کہاں اس کی موت واقع ہو گی''۔ لہٰذا واقعتاً ہوگا کیا' یہ اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے۔ (میری اہلیہ تاحال اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پوری امید رکھتی ہیں کہ آپریشن کی نوبت نہیں آئے گی اور ان شاء اللہ اس کے بغیر ہی صحت ہو جائے گی)۔

اندریں حالات اب پہلے سے اعلان شدہ پروگرام کے مطابق آپریشن سے پہلے پہلے میرے کرنے کا صرف ''ایک کام'' باقی رہ گیا ہے' یعنی امیر تنظیم اسلامی کی حیثیت سے اپنے جانشین کے نام کا اعلان!

الحمدللہ کہ ہم نے اس مسئلے میں مشاورت باہمی کے جملہ ممکنہ تقاضوں کو گزشتہ پونے تین سال کے دوران پورا کر دیا ہے' جس کی آخری کڑی جو ''ذروۂ سنام'' کی حیثیت رکھتی تھی' یعنی ۲۶/اکتوبر ۹۶ء تا یکم نومبر چھ روزہ مشاورت' وہ بھی بحمد اللہ بالکل طے شدہ پروگرام کے مطابق بکمال حسن و خوبی منعقد ہو گئی تھی اور اب صرف میرے ذاتی غور و فکر اور ''استخارے'' کا مرحلہ باقی رہ گیا تھا۔ چنانچہ گزشتہ تین ماہ کے دوران جہاں میں اسفار اور دروس و خطابات میں مصروف رہا وہاں میرے ذہن و قلب اس مسئلے کی بحث و تمحیص میں منہمک رہے۔ اور الحمدللہ کہ رمضان المبارک کے عشرۂ رحمت کے دوران میرے دل و دماغ دونوں اس مسئلے میں ایک حتمی رائے پر متفق ہو چکے ہیں۔ تاہم چونکہ اس معاملے کی نزاکت اور حساسیت اظہر من الشمس ہے اور اس کے اثرات کی دور رسی بھی مسلّم ہے' لہٰذا میں نے طے کیا ہے کہ میں ان شاء اللہ کراچی میں دورۂ ترجمہ قرآن سے فراغت کے بعد ان شاء اللہ ۲۵ جنوری کو لاہور پہنچوں گا اور اس کے بعد سے ۱۲ فروری تک لاہور ہی میں مقیم رہوں گا' تاکہ تنظیم کے رفقاء و احباب میں سے جو شخص بھی اس معاملے میں مجھے کوئی آخری مشورہ دینا چاہے وہ تشریف لا کر حق نصیحت ادا کر دے! ان حضرات میں سے جن کو میں مناسب خیال کروں گا ''حلف رازداری'' سے مشروط کر کے اپنا مجوزہ نام بھی بتا دوں گا' تاکہ اگر ان کے علم میں شخصی سطح پر اس کے خلاف کوئی بات ہو تو وہ میرے علم میں بھی لے آئیں۔ اس مقصد کے لئے عید کے دوسرے دن سے جمعرات ۱۲ فروری تک صبح ۹ تا ایک بجے' اور شام عصر تا عشاء میں اپنے

دفتر واقع قرآن اکیڈمی میں موجود رہوں گا۔

اور بالآخر جمعہ ۱۳ر فروری کو نماز عصر سے شروع ہو کر اتوار ۱۵ فروری کی ظہر تک ایک غیر رسمی توسیعی مجلس مشاورت منعقد ہوگی جس میں مرکزی عاملہ اور شوریٰ کے اراکین کے علاوہ کوئی بھی ملتزم رفیق شرکت کر سکے گا (لیکن صرف وہ جو ۱۳ فروری کو عصر سے پہلے پہلے پہنچ جائیں!) اس اجلاس میں اپنے جانشین کے نام کا اعلان بھی کروں گا اور اس کے انتخاب میں جو امور میرے پیش نظر رہے ہیں ان کی وضاحت بھی کروں گا۔

اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز جمعہ ۲۰ فروری کو میں اپنے گھٹنوں کے آپریشن کے لئے امریکہ روانہ ہو جاؤں گا!

اس اثناء میں میری آپ سب سے یہ استدعا ہے کہ میرے لئے دعا واستخارہ کثرت سے خصوصاً رات کے اوقات میں کریں۔ اس مقصد کے لئے استخارہ کی مسنون دعا میں ''ھذا الامر'' کہتے ہوئے ذہن میں یہ رکھئے کہ ''جانشین کے لئے جو نام ڈاکٹر اسرار کے ذہن میں ہے'' اور بقیہ دعا میں یہ لفظی ترامیم کرلیں:

"ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیر لنا ولدینك فاقدرہ لنا ویسرہ لنا ثم بارك لنا فیہ ——— وان کنت تعلم ان ھذا الامر شر لنا ولدینك فاصرفہ عنا واصرف قلب الدکتور اسرار احمد عنہ واقدر لنا الخیر حیث کان ثم بارك لنا فیہ!" آمین!

فقط والسلام
خاکسار اسرار احمد عفی عنہ

(۳)

مکتوب از شکاگو مؤرخہ ۵ ر مارچ ۱۹۹۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم رفقائے تنظیم اسلامی' السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

''عرضِ احوال'' کی نوعیت کا میرا پہلا عریضہ ۳۰ ر ستمبر ۹۷ء کو لاہور میں ضبط تحریر میں آیا تھا۔ دوسرا اس کے لگ بھگ ساڑھے تین ماہ بعد ۱۳ ر جنوری ۹۸ء کو جامع القرآن' قرآن اکیڈمی' کراچی میں تحریر ہوا تھا ——— اور اب یہ تیسرا اس کے پونے دو ماہ بعد شکاگو سے

ارسال ہے!

دوسرے خط کے آخر میں جس ارادے کا اظہار ہوا تھا' یعنی یہ کہ ۲۰/فروری ۹۸ء کو اپریشن کے لئے روانہ ہو جاؤں گا' بحمد اللہ وہ تو بعینہٖ پورا ہو گیا۔ چنانچہ جمعہ ۲۰ فروری کو شام کے چھ بجے میں نیو یارک پہنچ گیا تھا۔ البتہ کراچی میں دورۂ ترجمہ قرآن کی تکمیل کے بعد اواخر جنوری میں لاہور واپسی سے لے کر نہ صرف ۲۰ فروری بلکہ ۲ مارچ تک طبیعت بہت مضمحل اور نڈھال رہی اور دورۂ ترجمہ قرآن کی شدید مشقت اور اس کے آغاز اور اختتام کے قریب دو بار گلے اور نرخرے کی سوزش اور کھانسی کے شدید حملے کے ازالے کے لئے جو دو شارٹ کورسز کورٹی سان کے لینے پڑے تھے ان کے مضر ردعمل کا ظہور شروع ہوا۔ چنانچہ ہلکا بخار بھی رہا اور پورا جسم شدید تکان کی سی کیفیت سے چور چور رہا۔ اس کے باوصف بحمد اللہ' جامع القرآن' قرآن اکیڈمی' لاہور میں ماہ مبارک کی ستائیسویں شب کو دو گھنٹے کا ایک مفصل خطاب بھی ہو گیا۔ پھر اپنے خاندان کی اگلی نسل کے حفاظ قرآن میں سے اٹھائیسویں اور انتیسویں راتوں میں برادرم وقار احمد کے فرزند عزیزم عبداللہ محمود سلمہ کی خوش الحان قراءت اور تیسویں شب میں اپنے تین نواسوں کی تلاوت کی سماعت کی مسرت بھی حاصل ہوئی۔ البتہ عید کے روز طبیعت زیادہ ہی مضمحل ہو گئی تھی۔ چنانچہ مسجد دارالسلام میں خطبہ عید اور پھر اسی روز جامع القرآن' ماڈل ٹاؤن میں خطابِ جمعہ کے مراحل بہت ہی مشکل سے طے ہوئے۔ تاہم ان دونوں کے ضمن میں بفضلہٖ ایک ایسا نیا نکتہ ذہن میں آیا جس پر آپ سب توجہ دیں تو اِن شاء اللہ دعوت کی توسیع کو ایک نئی جہت حاصل ہو جائے گی۔

عید الفطر کے اگلے روز سے طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تھی اور بخار بھی قدرے زیادہ اور مسلسل رہنے لگا تھا جس کے نتیجے میں بعض پروگرام منسوخ کرنے پڑے' یعنی ایک سرگودھا کا سفر جو میں نے خود ہی طے کیا تھا' دوسرا ۱۳ تا ۱۵ فروری کا اجتماع جس کا اعلان ۱۳ جنوری والے خط میں کیا گیا تھا۔ البتہ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس کیفیت میں بھی کراچی کے دورۂ ترجمہ قرآن کے تتمے یعنی سوالات کے جوابات کی نشست کے لئے کراچی کا سفر ہو گیا۔ (اگرچہ وہ بھی اس طرح کہ ایک بار منسوخ کرنے کی اطلاع دے دینے کے بعد ضمیر کی ملامت کے ہاتھوں مجبور ہو کر دوبارہ توثیق کی —— جس کے نتیجے میں بحمد اللہ اتوار ۱/فروری کو چار گھنٹے کی یہ نشست نہایت خیر و خوبی کے ساتھ منعقد ہو گئی!)

جیسے کہ میں نے ۱۳؍جنوری کے خط میں درج کر دیا تھا' تنظیم اسلامی کے امیر کی حیثیت سے اپنے جانشین کے نام کے ضمن میں میرے دل اور دماغ دونوں رمضان المبارک کے پہلے عشرے کے دوران ہی یکسو ہو گئے تھے۔ جس پر نہ صرف یہ کہ میرا داخلی انشراح مسلسل بڑھتا چلا گیا بلکہ اس کے ضمن میں بعض اہم اور فیصلہ کن قسم کی خارجی تائیدیں بھی موصول ہوئیں' جنہیں میں نے ''زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو!'' کے ذیل میں شمار کیا —— بہر حال جب میں نے عزیزم عاکف سعید سلمہٗ کے نام کا اعلان اولاً مرکزی اسرہ' پھر توسیعی عاملہ اور بالآخر ہفتہ ۱۴ فروری کو قرآن آڈیٹوریم کے اس اجتماع میں کیا جس میں مرکزی مجلس مشاورت کے اراکین کے علاوہ پورے پاکستان سے امراء اور نقباء کی خصوصی تربیت گاہ کے لئے تشریف لانے والے ذمہ دار حضرات بھی شریک تھے —— (اور کچھ مقامی ملتزم رفقاء بھی حاضر تھے!) —— تو یہ محسوس کر کے بہت اطمینان بھی ہوا اور غایت درجہ مسرت بھی حاصل ہوئی کہ میرے اس داخلی انشراح نے گویا پوری مجلس کا بتمام وکمال احاطہ کر لیا اور پوری فضا شرح وبسط کی کیفیت سے معمور ہو گئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک!

(اس اجتماع میں جو مختصر گفتگو میں نے اپنے اس فیصلے کے پس منظر سے متعلق کی تھی اس کے کیسٹ اب تک اکثر رفقاء نے دیکھ لئے ہوں گے۔ ورنہ جلد از جلد دیکھ لیں —— یہ اطلاع بھی مل چکی ہو گی کہ اولاً میرا یہ فیصلہ Irrevocable نہیں ہے' بلکہ قابل تنسیخ وتبدیل ہے۔ اور ثانیاً فوری طور پر عزیزم عاکف سعید Apprentice کی حیثیت سے زیر تربیت رہیں گے اور نائب اور قائم مقام امیر کی حیثیت حسب سابق ڈاکٹر عبدالخالق ہی کو حاصل رہے گی۔ البتہ میرے اچانک انتقال کی صورت میں عزیزم عاکف سعید فوری طور پر امیر تنظیم اسلامی کا عہدہ سنبھال لیں گے!

حاصل یہ کہ —— بحمد اللہ ومنتہ —— اپنے بڑے اپریشن سے قبل جتنے اہم کاموں کی تکمیل پیش نظر تھی اللہ کے خصوصی فضل وکرم سے وہ سب کے سب تھوڑے سے جسمانی ''عسر'' لیکن بحیثیت مجموعی کمال ''یسر'' کے ساتھ سرانجام پا گئے۔ چنانچہ میں اپریشن کے لئے پورے انشراح صدر کے ساتھ ۲۰ فروری کی شام کو نیویارک پہنچ گیا۔ (وہاں تین روزہ قیام کے دوران ''ڈریو یونیورسٹی'' (جہاں عزیزم باسط بلال پی ایچ ڈی کر رہے ہیں) کے عیسائی اور یہودی پروفیسروں کے ساتھ ایک بہت مفصل ملاقات کم از کم میرے لئے بہت مفید رہی)۔

بہر حال ۲۳ فروری کی شام کو میں اور امیر تنظیم اسلامی شمالی امریکہ عطاء الرحمٰن صاحب ڈیٹرائٹ پہنچے۔ ۲۵ کی صبح ہنری فورڈ ہاسپٹل میں پہلی ''پیشی'' ہوئی۔ مختلف معائنہ جات کے علاوہ میرا ایک تھیلی بھر خون بھی لے لیا گیا اور سرجن سے مفصل گفتگو بھی ہوگئی۔ نومبر ۹۵ء میں چھوٹے اپریشن کے دوران جو حادثہ لاہور میں ہوا تھا اس کے پیش نظر ''قلب'' کی تحقیق و تفتیش کا سلسلہ بعد میں بھی جاری رہا ــــ اور بالآخر وہاں سے تقریباً ''All Clea-'' اور ''All Set'' کی نوید حاصل کر کے سوموار ۲/ مارچ کو یہاں شکاگو چلا آیا۔ اب ۱۲ کو واپس ڈیٹرائٹ جانا ہے' جہاں ۱۳ کو ایک تھیلی خون کی مزید لی جائے گی۔ اور ایک مفصل ملاقات Anaesthesia کے ذمہ دار لوگوں سے ہوگی۔

اس کے بعد ۱۲ دنوں کے دوران ان رفقاء و احباب کی جناب سے تو' جن کے حوالے میں نے اپنے آپ کو کر دیا ہے' شدید تقاضا ہے کہ سوائے آرام اور کسی قدر گھٹنوں سے متعلق عضلات کی ورزش کے اور قطعاً کوئی کام نہ کیا جائے' لیکن میں نے ۲/ مارچ کو شکاگو پہنچنے کے فوراً بعد طبیعت وصحت کی جو بحالی محسوس کی اس کے ''شکرانے'' کے طور پر یہاں کچھ دعوتی پروگرام بھی رکھ لئے ہیں۔ (چنانچہ کل ۶ مارچ کو اسلامک فاؤنڈیشن' ولا پارک کی نوتعمیر شدہ عالیشان مسجد میں خطبہ جمعہ بھی ہے ــــ اور بعد نماز مغرب مفصل خطاب بھی!) ــــ اور ان پر مستزاد امریکہ میں گزشتہ ۱۹ سالوں کے دوران جن حضرات سے بھی کچھ تنظیمی تعلق قائم ہوا' خواہ وہ برقرار ہے خواہ منقطع ہو چکا ہے' ان سب کے ساتھ اجتماعی ملاقاتوں کا پروگرام بنا لیا ہے۔
جن میں مَیں اپنے موجودہ موقف کے علاوہ سابقہ معاملات کے ضمن میں بھی بعض وضاحتیں پیش کر کے کوشش کروں گا کہ شکایتوں اور کدورتوں کا زیادہ سے زیادہ ازالہ ہو جائے ــــ اور اگر پیشِ نظر اپریشن اس دنیا سے رخصت ہونے کا بہانہ بن جائے تو میں خود بھی ہر قسم کے ''غِــــلّ'' سے زیادہ سے زیادہ صاف دل لے کر اللہ کی جناب میں حاضر ہوں اور موجودہ و سابق رفقاء کے سینوں کو بھی کدورت سے زیادہ سے زیادہ پاک کرنے کی کوشش کروں۔

چنانچہ اس قسم کا ایک اجتماع اتوار ۸ مارچ کو یہاں شکاگو میں تنظیم اسلامی شمالی امریکہ کے نئے قائم شدہ دفتر میں ہوگا۔ دوسرا اتوار ۱۵ مارچ کو نیویارک میں' جس میں یو ایس اے کے شمال مشرقی کونے کے علاوہ مانٹریال (کینیڈا) کے رفقاء و احباب کو بھی دعوت ہوگی ــــ اور تیسرا اتوار ۲۲ مارچ کو ڈیٹرائٹ میں ہوگا' جس میں عظیم تر ڈیٹرائٹ کے رفقاء و احباب کے

علاوہ خصوصی دعوت ٹورنٹو (کینیڈا) کے موجودہ اور سابق رفقاء کو دی جا رہی ہے! اور اگر رفقاء کے لئے دورانِ ہفتہ رخصت لینے کا امکان ہوا تو چوتھا اجتماع ۱۷ تا ۱۹ مارچ کسی دن ہوسٹن میں ہوگا جس میں گریٹر ہوسٹن کے علاوہ ایک جانب اٹلانٹا' اور دوسری جانب لبک وغیرہ کے رفقاء سے ملاقات کی صورت پیدا ہو سکے گی!

اس کے بعد ۲۰ مارچ کو ان شاء اللہ میری اہلیہ اور عزیزم آصف حمید بھی نیویارک پہنچ جائیں گے اور امید ہے کہ ۲۱ مارچ کو ہم ڈیٹرائٹ میں اس اپارٹمنٹ میں منتقل ہو جائیں گے جو یہاں کے رفقاء نے ہمارے لئے خصوصی طور پر حاصل کر لیا ہے ـــــ اور پھر ۲۶ کو ان شاء اللہ میں ہسپتال میں داخل ہو جاؤں گا ـــــ رہا ''اس کے بعد؟'' کا معاملہ تو اس کے ضمن میں مَیں نے اپنے ذہن کو ہر اعتبار سے کلیتاً ''Switch off'' کر دیا ہے۔ اگر بلاوا آ گیا تو کیا ہی کہنے! الحمد للہ کہ میں پوری طرح مستعد اور گوش بر آواز ہوں ـــــ اور اگر آپریشن کا یہ مرحلہ بخیر و عافیت گزر گیا تب بھی ظاہر ہے کہ نئی صورتحال میں نئی adjustments ضروری ہوں گی' جن کے بارے میں ابھی کچھ سوچنا بے کار ہے!

آخر میں یہاں کے رفقاء اور ذمہ دار حضرات کے لطف و کرم کا ذکر نہ کرنا بہت بڑی حق تلفی ہوگی۔ یہاں برادرم عطاء الرحمٰن صاحب تو سایہ کی طرح ساتھ ہیں ہی (بلکہ میرے اور ان کے قد کے فرق کے اعتبار سے یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ میں ہمہ وقت ان کے ''زیرِ سایہ'' ہی ہوں!) ڈیٹرائٹ کے رفقاء میں سے ڈاکٹر سراج الحق' ڈاکٹر عثمان ماسٹر اور برادرم اعجاز چودھری تو گویا میرے ''Guardians'' کی حیثیت رکھتے ہیں' ان کے علاوہ قیامِ ڈیٹرائٹ کے دوران محترم رشید احمد لودھی اور ڈاکٹر جمیل خان صاحب کی جانب سے بھی دلجوئی اور مشفقانہ صحبت حاصل رہی!

اور ان سب پر مستزاد' دیرینہ کرم فرما ڈاکٹر مظفر اعوان صاحب صرف فون پر میرے شانے کی تکلیف کی اطلاع پا کر لگ بھگ ایک گھنٹے کی مسافت طے کر کے تشریف لے آئے اور اگلے روز اپنے کلینک میں بائیں شانے میں کارٹی سون کے دو انجکشن بھی لگا دیئے' جن سے فوری طور خاصا relief ملا۔ اسی طرح کراچی کے سیف اللہ پراچہ صاحب کے عزیز حنیف پراچہ صاحب نے پوری توجہ سے آنکھوں کا معائنہ کر کے نئی عینک بھی خود ہی بنوا دی۔ حالانکہ ان سے میری یہ بالمشافہ پہلی ملاقات تھی۔ الغرض معاملہ وہی ہے کہ ؎ ''اک بندۂ

عاصی کی اور اتنی مدارا تیں!''

اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین!!

فقط والسلام

خاکسار اسرار احمد عفی عنہ

(۴)

مکتوب از شکاگو بنام رفقاء واحباب ٹورنٹو (کینیڈا)

مؤرخہ ۵/مارچ ۱۹۹۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم ومکرم جملہ موجودہ وسابق رفقائے تنظیم اسلامی ٹورنٹو

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں اس بار امریکہ اپنے گھٹنوں کے بڑے اپریشن (Total Knee Replacement) کے لئے آیا ہوں۔ چنانچہ ۲۶/مارچ کو ہنری فورڈ ہاسپٹل' ڈیٹرائٹ میں دونوں گھٹنوں کا بیک وقت اپریشن ہونا طے پا گیا ہے۔ جس کے لئے ابتدائی تفتیشی مراحل طے کرنے کے بعد میں ہفتہ عشرہ کے لئے شکاگو حاضر ہوا ہوں جہاں سے یہ عریضہ تحریر کر رہا ہوں۔

ویسے تو زندگی اور موت کا معاملہ ہر دم اور ہر آن اللہ تعالیٰ کے حکم سے وابستہ ہے' اور موت کسی بھی انسان کو' کسی بھی عمر میں اور کسی بھی وقت آ سکتی ہے' تاہم اولاً ۶۶ سال کی عمر اور پھر اتنے بڑے اپریشن میں انتقال کا امکان زیادہ ہی بڑھ جاتا ہے۔

لہٰذا میری شدید خواہش ہے کہ

اپریشن سے قبل تنظیم اسلامی شمالی امریکہ کے موجودہ اور سابق رفقاء' اور دیگر فعال احباب سے ایک مفصل ملاقات ہو جائے' جس میں مَیں اپنے موجودہ موقف اور سابقہ معاملات کے ضمن میں بعض ضروری وضاحتیں پیش کر دوں ــــــ تاکہ اگر دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آ ہی گیا ہے تو کہا سنا معاف کرنے اور کرانے کے نتیجے میں خود میں بھی کدورت سے صاف دل لے کر رخصت ہوں۔ اور دوسروں کے سینوں سے بھی کدورتوں کے ازالے کی کوشش کر سکوں۔

چنانچہ اسی نوعیت کا ایک اجتماع شکاگو میں اتوار ۸/مارچ کی شام کو ہونا طے پایا ہے!

میں اس قسم کی ایک مفصل ملاقات ٹورنٹو کے موجودہ اور سابق احباب کے ساتھ بھی کرنی چاہتا ہوں۔ میں نے پاکستان سے آتے ہوئے کینیڈا کا ویزا حاصل کرنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن معلوم ہوا کہ اس کے لئے چھ ہفتہ قبل درخواست دینی ضروری ہوتی ہے۔ بنابریں—— اب ایک ہی صورت ممکن ہے—— اور وہ یہ کہ جو حضرات بھی میری اس خواہش اور دیرینہ تعلقات کی بنا پر ڈیٹرائٹ تشریف لانے کی تکلیف گوارا کرسکیں ان ہی سے ملاقات کو غنیمت سمجھوں!

چونکہ میری اہلیہ بھی ۲۰ مارچ کو امریکہ پہنچ رہی ہیں' لہٰذا اگر ٹورنٹو کی بعض رفیقات بھی چاہیں تو تشریف لاسکتی ہیں۔

میں یہ تحریر محترم عبدالغفور چوہدری صاحب کو ارسال کر رہا ہوں' تاکہ وہ اس کی نقول ٹورنٹو کے جملہ سابق اور موجودہ رفقاء کو پہنچا دیں۔ اس مجوزہ ملاقات کے لئے دن تو اتوار ۲۲/مارچ کا ابھی سے طے ہے' مقام کی اطلاع جو حضرات بھی آنے کا ارادہ ظاہر فرمائیں گے' انہیں بعد میں چوہدری صاحب ہی کے ذریعے کر دی جائے گی۔ وقت کے ضمن میں مناسب ہوگا کہ دن کے گیارہ بجے تک ڈیٹرائٹ پہنچ جائیں۔ ڈیڑھ دو بجے تک نشست رہے' پھر لنچ اور نماز کے بعد واپسی ہو جائے۔ فقط والسلام مع الاکرام

خاکسار اسرار احمد عفی عنہ

(۵)

مکتوب از ڈیٹرائٹ' امریکہ' مؤرخہ ۲۴/مارچ ۱۹۹۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم رفقائے تنظیم اسلامی' احباب انجمن ہائے خدام القرآن و تحریک خلافت پاکستان' و جملہ اعزہ و اقارب!—— زادکم اللّٰہ ایمانا وتوفیقا!!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امریکہ سے میں نے اپنا پہلا خط ۵ مارچ کو تحریر کیا تھا جو ۱۸ مارچ کے ''ندائے خلافت'' میں شائع ہو چکا ہے۔ دوسرا ۱۱ مارچ کو تحریر کر کے لاہور فیکس بھی کر دیا تھا اور وہ وہاں کمپوز بھی ہو گیا تھا' لیکن چونکہ مجھے یہ احساس ہوا کہ میری طبیعت کے اضمحلال کے باعث اس میں

''آمد'' کی بجائے قدرے ''آورد'' کا رنگ آ گیا ہے' لہٰذا میں نے اس کی اشاعت کو رکوا دیا تھا۔ اب گویا اصلاً اسی کو update کر رہا ہوں۔ لیکن چونکہ اس کا انداز حضرت عرباض بن ساریہ ؓ سے مروی حدیث میں وارد شدہ الفاظ ''کَاَنَّھَا مَوْعِظَۃُ مُوَدِّعٍ'' کے مصداق ''مَکْتُوْبُ مُوَدِّعٍ'' کا تھا اور کمپوز ہو جانے کے باعث بعض لوگوں بالخصوص میرے اہل خانہ کے پڑھنے میں بھی آ گیا تھا جس پر مجھے بہت جذباتی ردّعمل موصول ہوا' لہٰذا اپنے اس خط کا آغاز دو ''بشارتوں'' سے کر رہا ہوں۔

پہلی بشارت یہ کہ میں نے اپنے اس خط میں ۱۱ مارچ سے لے کر ۲۵ مارچ تک کے پروگراموں کا ذکر کرنے کے بعد تحریر کیا تھا: ''بالآخر ۲۶ مارچ کو علی الصبح ہنری فورڈ ہسپتال میں داخلہ ہو جائے گا' جہاں اسی روز آپریشن کا پروگرام ہے''۔ اور اس کے بعد میرے عام اسلوبِ نگارش کے مطابق ''لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ'' کے الفاظ مبارکہ میرے قلم سے بے ساختہ انداز میں صادر ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے جب تحقیق کی کہ یہ الفاظ قرآن حکیم میں کس مقام پر وارد ہوئے ہیں اور ان کا صحیح صحیح درو بست کیا ہے تو یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ یہ سورۂ روم کی آیت نمبر ۴ کے الفاظ ہیں —— اور ان کے فوراً بعد ﴿یَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ کے بشارت آمیز الفاظ وارد ہوئے ہیں —— تو اگرچہ میں نے زندگی بھر دیوان حافظ تو کیا کبھی قرآن حکیم سے بھی ''فال'' نہیں نکالی اور نیک شگون یا بدشگونی کی جانب کبھی ذہن منتقل ہی نہیں ہوا' تاہم مجھے اس خالص غیر اختیاری ''آمد'' میں بشارت نظر آئی' جسے میں آپ سب لوگوں تک بھی منتقل کر رہا ہوں۔ باقی ہوگا وہ جو اللہ چاہتا ہے اور اس کے علم میں ہے' تاہم اللہ کا شکر ہے کہ میرا دل اس پر مطمئن ہے کہ نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو بہرصورت ''اِحْدَی الْحُسْنَیَیْنِ'' ہی کے حکم میں ہوگا!

دوسری بشارت یہ کہ —— اپنے ۵ مارچ والے خط میں مَیں نے جن چار اجتماعات کے پروگرام کا ذکر کیا تھا وہ میری طبیعت کی اونچ نیچ کے باوجود بحمد اللہ سب کے سب حسب پروگرام بہت حسن وخوبی کے ساتھ منعقد ہو گئے اور اس سلسلے کا آخری اجتماع جو پرسوں اتوار ۲۴ مارچ کو یہاں ڈیٹرائٹ میں منعقد ہوا وہ تو واقعتاً ''فَعَجَّلَ لَکُمْ ھٰذِہٖ'' (الفتح: ۲۰) کا مصداق کامل بن گیا۔ اس لئے کہ اس میں ٹورنٹو سے ۳۹ حضرات وخواتین نے شرکت کی اور سوائے ان چند حضرات کے جو سفر حج کے باعث تشریف نہیں لا سکے تھے' ٹورنٹو کے جملہ سابق رفقائے تنظیم نے تجدید بیعت کر کے دوبارہ تنظیم میں شرکت اختیار کر لی۔ اور ع ''آ ملیں گے

سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک!'' کا وجد آفریں منظر سامنے آ گیا ـــــ ۸ مارچ کا شکاگو کا اجتماع بھی بحمد اللہ بہت کامیاب رہا تھا' لیکن اس کے ضمن میں ایک غلطی ہم سے یہ ہوگئی کہ سابق رفقاء کے علاوہ بعض ایسے حضرات کو بھی مدعو کرلیا جن سے شناسائی تو دیرینہ تھی لیکن تنظیم میں وہ کبھی شامل نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ گفتگو کا رُخ بعض غیر متعلقہ موضوعات کی جانب مڑ گیا۔ ۱۵ مارچ کا نیویارک کا اجتماع اس اعتبار سے بہت کامیاب اور دل خوش کن رہا کہ تقریباً ساٹھ حضرات نے شرکت کی۔ اس سے اندازہ ہوا کہ بحمد اللہ امریکہ کے اس اہم ترین گوشے یعنی نیویارک نیوجرسی ایریا میں تنظیم کی دعوت کو اطمینان بخش انداز میں وسعت حاصل ہو رہی ہے۔ اس ضمن میں جنوری ۹۸ء کے رمضان مبارک میں عزیزم عاکف سعید سلمہ کے نیویارک میں دورۂ ترجمہ قرآن کی نہایت شاندار کامیابی بھی قابل ذکر ہے۔ ۱۹ مارچ کو ہوسٹن میں مقامی رفقاء کے علاوہ پانچ سو میل مغرب سے ڈاکٹر عارفین لودھی صاحب اور ڈاکٹر سعید اختر صاحب تشریف لے آئے اور لگ بھگ ہزار میل مشرق یعنی اٹلانٹا سے سید زین العابدین نے شدرحال کرلیا۔ اس طرح الحمد للہ کہ تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ کے اکثر رفقاء سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوگئی۔ (میرا اپنا ارادہ تو امریکہ کے مغربی ساحل کے سفر کا بھی تھا لیکن میرے معالجاتی Guardians نے اس کی اجازت نہیں دی۔ اور میں ''كَالْمَيِّتِ فِي أَيْدِي الْغَسَّالِ'' کی صورت اختیار کر ہی چکا تھا!)

---

۱۱ مارچ کو جو خط میں نے تحریر کیا تھا اس کا بڑا اور اہم تر حصہ ''حسابِ کم وبیش'' کے ضمیمے یا تتمے کی حیثیت رکھتا تھا جسے میں اب مختصر اشق وار درج کر رہا ہوں:۔

۱) ''حسابِ کم وبیش'' کے صفحہ ۶۱ پر پیراگراف نمبر ۱۷ میں جن دو جائیدادوں کا ذکر تھا کہ وہ حقیقتاً تو ''وقف'' ہیں لیکن قانوناً میری ملکیت شمار ہوتی ہیں' الحمد للہ کہ ان میں سے گڑھی شاہو میں واقع عمارت جس میں تنظیم کے مرکزی دفاتر قائم ہیں ''اقامت دین ٹرسٹ'' کی تحویل میں دی جا چکی ہے' اور داؤد منزل' کراچی کے فلیٹ کا ''حق کرایہ داری'' بھی ''دین حق ٹرسٹ'' کو منتقل ہو چکا ہے۔

۲) ''حساب کم وبیش'' کے صفحہ ۶۲ پر پیراگراف نمبر ۱۹ میں میرے جس ''صوابدیدی فنڈ'' کا ذکر تھا الحمد للہ کہ اس کا بیلنس بھی اب صفر پر آ چکا ہے۔ البتہ اس سے جن جن رفقاء و احباب کو میں نے قرض دیا تھا ان میں سے جو رقوم واجب الوصول یا قابل الوصول باقی ہیں

ان کی تفصیل میں نے عزیزم ڈاکٹر عارف رشید کو بتا دی ہے اور انہیں ہی اپنی یہ تحریر بھی دے دی ہے کہ ان میں سے جو جو رقوم واپس وصول ہوتی جائیں انہیں ''اقامت دین ٹرسٹ'' کے حوالے کر دیا جائے ـــــ اس فنڈ کے آمد و خرچ کے ایک ایک پیسے کا حساب تا حال میرے پاس محفوظ تھا۔ لیکن چونکہ وہ صرف میری ذاتی یادداشت کے لئے تھا اور اس سے کسی اور کا کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا اب میں نے اسے تلف کر دیا ہے۔ چنانچہ اس کی وہ Day Book جو لگ بھگ پچیس سال سے ''صُدورُ الاحرار کصُندُوق الاسرار'' کے مصداق میرے پاس محفوظ تھی، حتیٰ کہ اکثر بیرونی اسفار کے دوران بھی میرے بریف کیس میں موجود رہتی تھی' ۱۲ مارچ ۹۸ء کو تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ کے دفتر واقع شکاگو میں امیر ٹیٹا برادرم عطاء الرحمٰن صاحب کے ہاتھوں ''شریڈر'' کے ذریعے تار تار کر دی گئی!

۳) ''حسابِ کم و بیش'' کے صفحہ ۶۰ پر پیراگراف نمبر ۱۶ میں بیان شدہ امور کے ضمن میں بھی نوٹ کر لیا جائے کہ: (i) اُس وقت جو کار میری ملکیت تھی وہ (صفحہ ۶۴ کے حاشیہ نمبر ۱ کے مطابق) فروخت ہو گئی تھی۔ اب جو کار میرے ذاتی استعمال میں ہے وہ اصلاً برادرم اقتدار احمد کے بیٹوں کی ملکیت ہے جو انہوں نے مجھے استعمال کے لئے دی ہوئی ہے۔ میرے انتقال کی صورت میں وہ چاہیں تو اسے واپس لے لیں اور چاہیں تو مستقبل کے امیر تنظیم کی تحویل میں حسب سابق رہنے دیں! (ii) اس وقت میرے نام سے دو کرنٹ اکاؤنٹ یو بی ایل ماڈل ٹاؤن برانچ میں جاری ہیں۔ ان میں سے صرف ایک ذاتی ہے جس میں NIPA اور سٹاف کالج وغیرہ کے لیکچرز کی فیس کے چیک جمع ہوتے رہے ہیں' اور دوسرا ایسے چیک جمع کرانے کے لئے کھولا گیا تھا جو بعض اوقات میرے ذاتی نام پر آ جاتے ہیں لیکن ہوتے ہیں اصلاً انجمن یا تنظیم یا مکتبہ وغیرہ کے لئے ـــــ ان دونوں اکاؤنٹس میں بھی اب صرف اتنی ہی رقم جمع ہے جس سے ''کھاتہ'' برقرار رہ سکے!

الغرض ـــ انکم ٹیکس کی دستاویزات میں استعمال ہونے والی اصطلاح ''Total World Income'' پر قیاس کرتے ہوئے اگر ایک نئی اصطلاح وضع کر لی جائے' یعنی ''Total World Belongings'' تو اس کے اعتبار سے آج بھی میری کیفیت بالکل وہی ہے جو ''حساب کم و بیش'' کے صفحہ ۶۰ پر جلی حروف میں درج ہے ـــــ یعنی:

''(اس پوری دنیا میں) میرا نہ کوئی مکان ہے نہ دکان' نہ کوئی فلیٹ ہے نہ پلاٹ' نہ کسی کمپنی میں کوئی حصہ ہے نہ کسی بھی دوسری قسم کے حصص' نہ

میرے پاس کوئی سر ٹیفکیٹ ہیں نہ بانڈز......'' بلکہ اس پر مزید اضافہ کر لیا جائے کہ نہ میرے آڈیو یا ویڈیو کیسٹوں کی کوئی رائلٹی ہے' نہ کسی کتاب کا کوئی حق تصنیف و تالیف !!!

گویا حضرت اکبرالٰہ آبادی کے اس شعر کے مصداق ۔ ''شرک چھوڑا تو سب نے چھوڑ دیا۔ میری کوئی سوسائٹی ہی نہیں !'' ——— میرا نہ کوئی ترکہ ہے نہ میراث !!

''حساب کم وبیش'' کی تحریر (ستمبر ۹۲ء) کے بعد کے پانچ چھ سال کے دوران میں ایک اور نوع کی کچھ رقم میرے پاس جمع ہوگئی ہے۔ اور یہ ان ''خالص ذاتی'' ہدیوں پر مشتمل ہے جو مختلف مواقع پر رفقاء و احباب (بالخصوص بیرون پاکستان سے تعلق رکھنے والے) اس تاکیدی صراحت کے ساتھ پیش کرتے رہے کہ یہ خالصتاً آپ کی ذاتی ضرورتوں کے لئے ہیں ! ——— الحمد للہ کہ میں نے ان رقوم میں سے بھی اپنی کوئی خالص ذاتی ضرورت کبھی شاذ و نادر ہی پوری کی۔ اور انہیں بھی اسی نیت کے ساتھ محفوظ رکھتا رہا جس کے تحت برادرم اقتدار احمد مرحوم کی جانب سے حاصل ہونے والی اعانت کو۔ (''حساب کم وبیش'' صفحہ ۵۸)

اس ''فنڈ'' میں سے مجھے اس حالیہ سفر سے قبل تک تو دو ہی بڑے خرچ یاد ہیں : ایک دسمبر ۹۵ء میں اپنی اہلیہ اور بعض دیگر رفقاء کے ساتھ سفر عمرہ کے اخراجات ——— اور دوسرے اپنی سب سے چھوٹی بچی کے مخصوص حالات کے پیش نظر اس کے لئے ایک پانچ مرلہ کے پلاٹ کی خرید کے ضمن میں جزوی معاونت۔ (بقیہ قیمت اس نے اپنے ان حصص کی فروخت سے حاصل شدہ رقم سے ادا کی جن کا ذکر ''حساب کم وبیش'' کے صفحات ۵۹ اور ۶۰ پر درج ہے !) اس معاملے میں صرف ''فوری تقابل'' کے مظہر کے طور پر ——— اور اس حقیقت کے اظہار کے لئے کہ میں نے اس فنڈ کے ضمن میں بھی کیا احتیاطیں ملحوظ رکھی ہیں ——— اس واقعہ کا ذکر مناسب ہے کہ جب میرے سب سے چھوٹے بیٹے عزیزم آصف حمید سلمہ نے ایم بی اے کے لئے ایک انسٹی ٹیوٹ میں داخل ہونے کی خواہش کا اظہار کیا تو جب مجھے معلوم ہوا کہ اس کی فیس ایک لاکھ روپے کے لگ بھگ ہے تو اگرچہ اس فنڈ میں اُس وقت گنجائش موجود تھی' میں نے ان سے معذرت کر لی ——— اس فنڈ سے تازہ ترین خرچ میں نے یہ کیا ہے کہ اپنے حالیہ سفر امریکہ جو خالصتاً آپریشن کے لئے ہے' کے جملہ اخراجاتِ سفر' یعنی اپنے' اپنی اہلیہ' عزیزم آصف حمید' اور عزیزم عاکف سعید کے پاکستان تا امریکہ اور واپسی کے ہوائی سفر

کے کرائے کے علاوہ' اس ذاتی ''Visit America'' ٹکٹ کی رقم جس کے تحت میں نے تاحال اندرون امریکہ سفر کئے ہیں' اسی فنڈ سے ادا کی ہے' تاکہ رفقاء TINA نے جو عظیم بوجھ اپنے ذمہ لے لیا ہے اس میں کسی قدر کمی ہو جائے!

اس خاص مدّ میں جو بچی کھچی رقم اس وقت موجود ہے وہ خالص قانونی اور فقہی اعتبارات سے تو میری ذاتی ملکیت ہے اور اس حیثیت سے میرے انتقال کی صورت میں ''ترکہ'' شمار ہو گی' لیکن دین کے خادموں کے لئے مالیاتی امور میں جن اصولوں کی پابندی لازمی ہے' جن کا ذکر ''حساب کم وبیش'' کے مقدمے میں تفصیلاً موجود ہے' اور جن کی بلند ترین اور جامع ترین تعبیر نبی اکرم ﷺ کے یہ الفاظ مبارکہ ہیں کہ ''مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ'' ان کے مطابق میں اس رقم کو بھی وقف قرار دیتا ہوں' جس کی متولیہ میرے انتقال کے بعد میری اہلیہ ہوں گی جو اسے اپنی صوابدید کے مطابق دین کی دعوت واقامت کے مقاصد کے لئے صرف کریں گی ـــــ اور متولی کی حیثیت سے اپنی ناگزیر ضرورتیں بھی پوری کرنے کی حق دار ہوں گی۔ البتہ ان کے انتقال کے بعد بھی اس فنڈ میں کچھ بچا رہا تو وہ مستقبل کے امیر تنظیم اسلامی کو ''صوابدیدی فنڈ'' کے طور پر منتقل ہو جائے گا!

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور سے جو مراعات مجھے اپنی زندگی کے گزشتہ چھبیس سالوں کے دوران حاصل رہی ہیں ان کی تفصیلات ''حساب کم وبیش'' میں درج ہیں' البتہ ایک رعایت ایسی بھی ہے جو میں نے اپنے انتقال کے بعد کے لئے بھی حاصل کر رکھی ہے جس کا تذکرہ کر دینا مناسب ہے ـــــ اور وہ یہ کہ میرے انتقال کے بعد میری اہلیہ اپنی حیات دُنیوی کے اختتام تک قرآن اکیڈمی کے اسی کوارٹر میں مقیم رہیں گی جس میں ہم یکم جنوری ۱۹۷۷ء سے قیام پذیر ہیں' اور انہیں خواتین میں دعوت وتبلیغ اور درس وتدریس کے ضمن میں وہ جملہ سہولتیں بھی حاصل رہیں گی جو اِس وقت حاصل ہیں!

اور اب وہ آخری بات' جس کے بارے میں مجھے اندیشہ ہے کہ آپ میں سے بہت سے لوگوں کو پسند نہیں ہو گی ـــــ یعنی یہ کہ میں نے رفقاء تنظیم اسلامی امریکہ کو ہدایت کر دی ہے کہ میرے یہاں انتقال کی صورت میں میری میت کو یہیں دفن کر دیں اور اسے پاکستان منتقل کرنے کا تکلف نہ کریں ـــــ اس لئے کہ تدفین میں عجلت کی شدید تاکید حدیث نبویؐ میں

وارد ہوئی ہے' اور شریعت کا رجحان یہی ہے کہ جس جگہ انتقال ہو وہیں تدفین اولیٰ ہے! اس لئے بھی کہ یہ حقیقت تو ازلی اور ابدی ہے کہ ﴿اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ﴾ یعنی کل زمین اللہ ہی کی ہے۔ (اسی لئے ہمارا تصورِ وطن بھی یہی ہے کہ ع ''ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست!'') اضافی طور پر اِس اُمت کو یہ امتیازی مقام حاصل ہے کہ اس کے مؤسس و ہادی ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ ''میرے لئے پوری زمین کو مسجد بنا دیا گیا!'' اور ع ''ہر جا کنیم سجدہ بداں آستاں رسد!'' کے مصداق ہم کہیں بھی دفن ہوں' ہمارے نفوس و ارواح کو تو لامحالہ ''عِلِّیِّیْن'' اور ''سِجِّیْن'' میں سے کسی ایک مقام پر پہنچ کر ہی رہنا ہے! (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اَنْ تَدْخُلَنِیْ خَالِصَةً بِرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ فِیْ عِلِّیِّیْنَ! آمِیْنَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ!!) اس معاملے میں مَیں نے حال ہی میں تحقیق کی جس میں مولانا عبداللہ سلیم صاحب سے بھی مدد حاصل کی تو اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وہ قول تو بالکل قولِ فیصل محسوس ہوا جو انہوں نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر (رضی اللہ عنہما) کی قبر کی زیارت کے موقع پر کہا تھا جن کا انتقال تو کسی اور مقام پر ہوا تھا لیکن پھر انہیں مکہ مکرمہ منتقل کر کے دفن کیا گیا تھا —— یعنی یہ کہ ''خدا کی قسم! اگر میں تمہارے انتقال کے وقت موجود ہوتی تو تمہیں کبھی یہاں منتقل کرنے کی اجازت نہ دیتی''۔ (رواہ الترمذیؒ)

اس حالیہ سفر امریکہ کے دوران ہماری دعوت و تحریک میں ایک نئی جہت (Direction) بلکہ ایک بالکل نئے ''بُعد'' (Dimension) کا اضافہ ہوا ہے اور اس بالکل غیر مترقبہ صورت حال کو بھی ''بشارت'' کے ذیل میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

جیسے کہ میرے ۵ مارچ کے خط میں ذکر ہو گیا تھا' اس بارڈ ریو یونیورسٹی کے منعقدہ ایک اہم اجلاس میں شرکت کا موقع ملا جس میں نہ صرف خود ڈریو یونیورسٹی بلکہ آس پاس کی دوسری یونیورسٹیوں سے بھی چوٹی کے عیسائی اور یہودی سکالر اور پروفیسر جمع تھے۔ وہاں جو خطاب میں نے حقیقت انسان اور حقیقت علم کے موضوع پر کیا اس کے بارے میں میری اپنی رائے تو یہ تھی کہ اس موضوع پر اپنے محدود اور حقیر ذخیرۂ علم و فہم کے بھی دسویں حصے تک کا حق ادا نہ کر سکا —— مزید برآں جب اس موقع پر بعض حضرات نے اپنا یہ احساس بیان کیا کہ ''آپ کی موجودگی کے باعث ہمیں ایک روحانی حرارت محسوس ہو رہی ہے!'' —— اور یہ کہ ''ہم آپ کے گھٹنوں کے عارضے کے شکر گزار ہیں کہ اس کی وجہ سے آج آپ یہاں

ہمارے مابین موجود ہیں!!'' تو اسے بھی میں نے صرف ان حضرات کی شائستگی پر محمول کیا۔
لیکن ۲۴ فروری کی اس نشست کے ایک اہم شریک یعنی یونیورسٹی آف ورجینیا کے پروفیسر ڈاکٹر پیٹر اوکس کا ۱۸ مارچ کو خط موصول ہوا تو محسوس ہوا کہ ان کے جذبات واحساسات میں حقیقت کا رنگ غالب تھا اور تصنع کا کوئی شائبہ موجود نہ تھا۔ (یہ خط میں علیحدہ فیکس کر رہا ہوں تا کہ Quranic Horizons میں شائع کر دیا جائے ——— عیسائی اور یہودی اہل علم کے حلقے میں ''رجوع الی الوحی'' کی تحریک کے تعارف کے ساتھ!)

اسی طرح ہوسٹن میں جو تین گھنٹے کی مفصل ملاقات یونیورسٹی آف ہوسٹن کے شعبہ مطالعہ مذاہب کے پروفیسر اور ڈائریکٹر ڈاکٹر مائیکل وشوگراڈ سے ہوئی (جن کا بایوڈیٹا میں علیحدہ فیکس کر رہا ہوں) اس سے میری اپنی معلومات میں جو اضافہ ہوا وہ تو اپنی جگہ ——— اس کے نتیجے میں خود پروفیسر موصوف نے جس قدر ذوق وشوق کا اظہار نہ صرف اسلام سے متعلق مزید معلومات کے حصول کے ضمن میں بلکہ خود تنظیم اسلامی کے اساسی فکر، اہداف اور طریق کار کے ضمن میں کیا وہ ایک جانب حیرت انگیز تھا تو دوسری جانب امید افزا بھی! ——— اور میرے نزدیک یہ بھی حکمت ومشیت ایزدی کا مظہر ہے کہ جیسے اس خط کا آغاز میں نے دو ''بشارتوں'' کے ذکر سے کیا، اسی طرح اس خط کے اختتام کے موقع پر بھی یہ یاد آ گیا کہ اس آخری بشارت میں بھی آپ سب کو شریک کرلوں!

ان کے علاوہ ہوسٹن میں دو مزید ملاقاتیں بڑی اہم اور متوقع طور پر نتیجہ خیز ہوئیں، یعنی: ایک شیخ ارشاد مدظلہٗ سے جنہیں اس وقت امریکہ کی تحریک اخوان المسلمون کے ''مہاتما گاندھی'' کی حیثیت حاصل ہے، یعنی یہ کہ اگرچہ اس وقت امیر وہ نہیں ہیں تاہم بزرگ ترین اور مؤثر ترین شخصیت ان ہی کی ہے ——— اور دوسرے مولانا مودودی مرحوم کے چوتھے صاحبزادے سید حسین فاروق مودودی صاحب اور ان کے برادران نسبتی یعنی فرزندان ڈاکٹر ریاض قدیر مرحوم سے (جو میڈیکل کالج میں میرے اساتذہ میں سے تھے!) برادرم حسین فاروق سے میں نے وعدہ حاصل کیا کہ وہ اب ''تحریک تنظیم اسلامی'' کا بغور مطالعہ کریں اور اگر محسوس کریں کہ فی الوقت ان کے والد مرحوم کے مشن کی اصل علمبردار تنظیم اسلامی ہے تو اس میں شمولیت اختیار کریں۔

آپ سب سے استدعا ہے کہ ڈاکٹر وشوگراڈ کے بارے میں اللہ سے دعا کریں کہ وہ

ان کے دل کو اسلام کے لئے کھول دے (جو ہرگز بعید نہیں!) اور سید حسین فاروق کے لئے دعا کریں کہ ان کو تنظیم اسلامی کے بارے میں شرح صدر حاصل ہو جائے۔ فقط والسلام

خاکسار اسرار احمد عفی عنہ

(پ۔ن: آج ۲۴ مارچ ہے' کل شام ہم ہاسپٹل منتقل ہو جائیں گے' پرسوں صبح آپریشن ہے۔ فَ "لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ" اور "بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَىْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ" اور "لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْآخِرَةِ")

KHALID TRADERS

IMPORTERS - INDENTORS - STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER - SMALL TO SUPER - LARGE

NTN

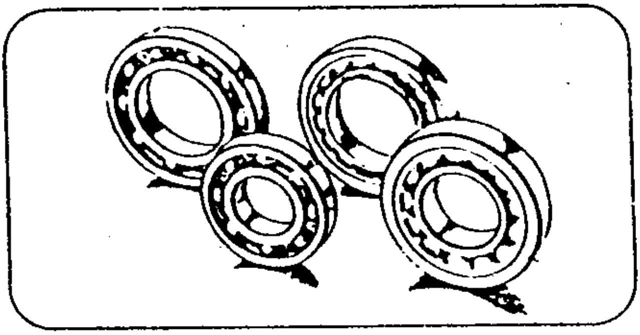

PLEASE CONTACT

Opp. K.M.C. Workshop, Nishtar Road, Karachi-74200, Pakistan
G.P.O. Box # 1178 *Phones* : 7732952 - 7730595 *Fax* : 7734776 - 7735883
E-mail : kinln@poboxes.com

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : *SIND BEARING AGENCY*, 64 A-65 Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400(Pakistan) Tel : 7723358-7721172

LAHORE : 5 - Shahsawar Market, Rehaman Gali No 4, 53-Nishtar Road, Lahore-54000, Pakistan Phones 7639618,7639718,7639818, Fax: (42) . 763-9918

GUJRANWALA: 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

اِنّ من الشّعر لحکمۃً

اسلام میں
شعر کا معیار اور ذوقِ شعریت

مرتب: قاضی عبدالقادر

ذیل میں ہم قرآن حکیم کی رُو سے جاہلی اور مسلم شعراء کا فرق نیز اسلامی شعر کے معیار اور ذوقِ شعریت پر چند اکابرین کی نثری و شعری تحریریں پیش کرتے ہیں۔

☆☆☆

آسمانی ادب
(قرآن کے ادبی جمال کا انعکاس)

شُعرائے جاہلیت

''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ کن لوگوں (کے دلوں) پر شیطان (اپنے پیغام لے کر) اُترتے ہیں؟ ــــ وہ ہر بہتان تراش معصیت زدہ پر اُترتے ہیں! وہ اپنا پیغام ان لوگوں کے پردۂ سماعت پر ڈالتے ہیں' چنانچہ یہ لوگ (اپنے افکار و نظریات کے لحاظ سے) اکثر جھوٹے ہیں!

اور یہ (جاہلی) شعراء' تو ان کے پیچھے تو بہکے ہوئے لوگ ہی چلتے ہیں! کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ (اپنے بے اصول کیریکٹر کی وجہ سے) ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں' اور پھر یہ لوگ (کہنے کو) ایسی باتیں کہتے ہیں کہ جن کو خود عمل میں نہیں لاتے ــــ سوائے ان کے جو (کائنات کی بنیادی صداقتوں اور ان صداقتوں کی بنیاد پر قائم ہونے والے فکر و قانون پر) ایمان لائے ہیں' جنہوں نے (خدا کی ہدایت کی روشنی میں) نیکی (کے اصولوں) پر عمل کیا' جنہوں نے (عملی زندگی کا ہر ہر قدم اٹھاتے ہوئے) خدا کو (اور اس کے قانون کو) یاد رکھا اور جنہوں نے (ایمان اور عملِ صالح پر قائم رہنے کے لئے) ظلم سہنے کے بعد اس کی

(عملاً) مدافعت کی!
سو وہ وقت دُور نہیں جب کہ ظلم کرنے والے (خود) دیکھ لیں گے کہ وہ کس کروٹ گرتے ہیں۔'' (الشعراء: ۲۲۱ تا ۲۲۷)

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

''شعر اگر ناپاک جذبات سے خالی ہو اور جمالِ فطرت سے لطف اندوز ہونے کی حد تک رہے تو ناجائز نہیں ہے۔ البتہ جہاں سے حسن و عشق کے جھگڑے شروع ہوتے ہیں عدم جواز کی سرحد آ جاتی ہے' کیونکہ یہ چیز اپنے اندر محض لطف نہیں رکھتی بلکہ غیر اخلاقی رویہ کی طرف اس کا رجحان واضح ہے خواہ اس پر کتنے ہی لطیف پردے ڈالے جائیں''۔
(جوابِ خط بنام عبدالقیوم فاروق صاحب' کراچی۔ مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۵۱ء)

نعیم صدیقی مرحوم

''دین داری اور ادب و شعر میں بعض حالات نے مدت سے تفریق کرا رکھی ہے حالانکہ وہ شعر جو ''مسلم'' ہو اس سے خود نبی اکرم ﷺ نے دلچسپی لی ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تو ذوقِ شعر و ادب اپنے دور میں بہت ہی اونچا تھا۔ ذوقِ شعر سے بُعد تو بعد کے تقدس مآب حضرات نے لازمۂ دینداری سمجھا ہے۔

شعر انسانی احساسات میں تحریک پیدا کرتا ہے۔ تخیل و تفکر کی قوتوں کو جلا دیتا ہے۔ استدلال کو معجزانہ اِجمال کا رنگ دیتا ہے۔ زندگی کے تلخ حقائق اور خشک مسائل کو خوشگوار پیرائے میں پیش کرتا ہے۔ ذہنوں میں خیالات کے نفوذ کے لئے ''وعظ'' کے مقابلہ میں زیادہ آسانی سے راستے پیدا کرتا ہے اور عقلی استدلال سے مطمئن ہو جانے کے بعد جب آدمی فرائض کے سمندر کے کنارے کھڑے کا کھڑا رہ جاتا ہے تو شعر اس میں ''بے خطر کود پڑنے'' کے لئے جذبہ و وجدان کو اُبھار دیتا ہے۔

بدنصیب ہیں وہ لوگ جو ذوقِ شعر سے محروم ہیں ——— اور مزید بدنصیب ہیں وہ جو اپنی اس بدنصیبی کو مقامِ عظمت و تقدس سمجھتے ہیں''۔ (ماہنامہ چراغِ راہ' مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۱ء)

اے شعر! تجھ پہ اپنا یہ احسان کم ہے کیا؟
کافر سے ہم نے تجھ کو مسلماں بنا دیا!

علامہ اقبال مرحوم

اپنے شعر سے

ہے گلہ مجھ کو تری لذتِ پیدائی کا　　تو ہوا فاش تو ہیں اب مرے اسرار بھی فاش
شعلہ سے ٹوٹ کے مثلِ شررآوارہ نہ رہ　　کر کسی سینۂ پُرسوز میں خلوت کی تلاش!

ہندوانِ ہند

عشق و مستی کا جنازہ ہے تخیل اُن کا
ان کے اندیشۂ تاریک میں قوموں کے مزار
موت کی نقشہ گری ان کے صنم خانوں میں
زندگی سے ہنر ان برہمنوں کا بیزار
چشمِ آدم سے چھپاتے ہیں مقاماتِ بلند
کرتے ہیں رُوح کو خوابیدہ' بدن کو بیدار!
ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ! بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

☆☆☆

شعر

میں شعر کے اَسرار سے محرم نہیں لیکن
یہ نکتہ ہے تاریخِ اُمم جس کی ہے تفصیل
وہ شعر کہ پیغامِ حیاتِ ابدی ہے
یا نغمۂ جبریل ہے یا بانگِ سرافیل!

میثاق' حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے انٹرنیٹ ایڈیشن
تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر ملاحظہ کیجئے۔

جدید دنیائے اسلام

قسط وار سلسلہ(13)

بحرین

تحقیق وتحریر: سید قاسم محمود

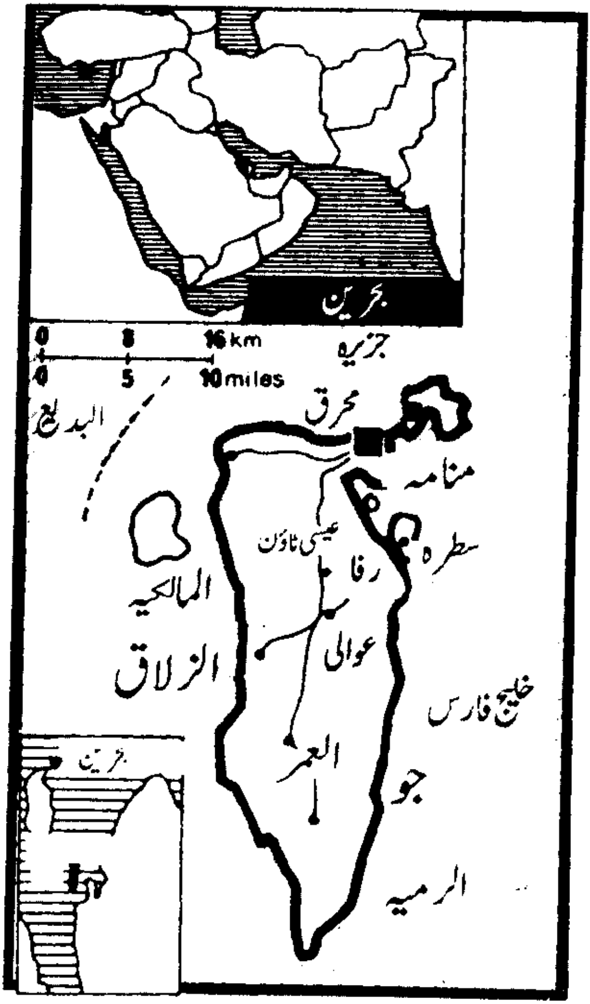

بحرین : ایک نظر میں

امیر: شیخ حماد بن عیسیٰ الخلیفہ (1999ء)
وزیراعظم : شیخ خلیفہ بن سلمان الخلیفہ (1970ء)
رقبہ: 257 مربع میل (665 مربع کلومیٹر)
آبادی: 67 لاکھ تقریباً
شرح پیدائش: 19 فی ہزار
شرح اموات اطفال: 18.6 فی ہزار
گنجانی آبادی: 2600 فی مربع میل
دارالحکومت: منامہ (شہر کی آبادی ڈیڑھ لاکھ' ضلع کی آبادی چھ لاکھ کے قریب)
کرنسی: دینار=1000 فلس
زبانیں : عربی (سرکاری) فارسی' اردو' انگریزی۔
مذہب: اسلام
شرح خواندگی: 77 فی صد

مجموعی قومی پیداوار: 8.4 ارب ڈالر
فی کس آمدنی: 13 ہزار ڈالر سالانہ
افراط زر: 1.5 فی صد
بے روزگاری: 15 فی صد
قابل کاشت رقبہ: 5 فی صد
زراعت: پھل' سبزیاں' پولٹری' مچھلی' کھجور
معدنیات: تیل' قدرتی گیس
صنعت: پٹرولیم' ایلومینیم' ماہی گیری' تیل کی صفائی' سیاحت
برآمدات: 5 . 5 ارب ڈالر۔ پٹرولیم پروڈکٹس' ایلومینیم
درآمدات: 5 . 4 ارب ڈالر۔ اشیائے خوردنی۔ اشیائے صرف
تجارتی ساتھی: بھارت' سعودی عرب' جاپان' جنوبی کوریا' امریکا' برطانیہ' فرانس۔

بحرین

جزیرہ نما عرب کے مشرقی ساحل کے ساتھ خلیج فارس میں واقع 30 جزیروں پر مشتمل ایک چھوٹی سی مملکت ہے۔ کل رقبہ 257 مربع میل ہے۔ سب سے بڑا جزیرہ بحرین 30 میل لمبا اور 10 میل چوڑا ہے۔ شمال مشرق میں واقعہ جزیرہ المحرق چار میل لمبا اور ایک میل چوڑا ہے۔ اسے ڈیڑھ میل لمبے پشتے کے ذریعے دارالحکومت منامہ سے ملا دیا گیا ہے۔ بحرین کے مشرق میں تین میل لمبا جزیرہ سطرہ ہے جو تیل کی گودی کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ اُم الصبان' النبی صالح' جدا اور النعسان کے جزیرے ہیں۔ بحرین کی موجودہ آبادی تقریبا 67 لاکھ ہے۔ یہ اسلامی سربراہ کانفرنس کی تنظیم (او آئی سی) اور اقوام متحدہ کا رکن ہے۔

دارالحکومت

منامہ بحرین کا دارالحکومت اور سب سے بڑا شہر ہے۔ جزیرہ بحرین کے شمال مشرقی سرے پر واقع ہے۔ پرتگیزی اور ایرانی یہاں قابض رہے ہیں۔ انگریز پولیٹیکل ریذیڈنٹ بھی اسے اپنے ہیڈکوارٹر کے طور پر استعمال کرتا آیا ہے۔ تیل کی دریافت سے پہلے یہاں کی سب سے بڑی صنعت صدف گیری تھی۔ تقریباً 500 کشتیاں روزانہ اسی کام میں مصروف رہتی تھیں۔ اُس زمانے میں بڑے سمندری جہازوں کو ساحل سے تقریباً چار میل دور ٹھہرنا پڑتا تھا۔ اب گنتی کی چند کشتیاں موتیاں نکالنے کا کام کرتی ہیں۔ ماہی گیری آج بھی بہت سے لوگوں کی معاش کا ذریعہ ہے۔ منامہ ایک بہت بڑا تجارتی مرکز ہے' جہاں دنیا کے بڑے بڑے بینک اپنے کاروبار کرتے ہیں۔ ''بحرین پٹرولیم کمپنی'' BAPCO کا ہیڈکوارٹر جزیرہ بحرین کے وسط میں واقع ایک شہرالعوالی میں ہے۔ منامہ کو 1958ء میں ''آزاد بندرگاہ'' (فری پورٹ) قرار دیا گیا۔ 1962ء میں خلیج خور القلیعہ میں بندرگاہ سلمان اپنی تکمیل کو پہنچی' جہاں اب بڑے جہاز ٹھہر سکتے ہیں۔ منامہ کے بعد المحرق بحرین کا دوسرا بڑا شہر ہے۔

تاریخی پس منظر

بحرین کے عرب باشندوں کی ابتدائی تاریخ کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ملتیں۔ گزشتہ ایک سو سال سے ماہرین تحقیق اس کی قدیم تاریخ کے متعلق تحقیق کر رہے ہیں۔ ماہرین اثریات کے خیال کے مطابق یہاں کے آثارِ قدیمہ فونیقیوں کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ بعضوں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ بحرین وہی مقام ہے جسے عراق کی میخی دستاویزات میں دلمن بتایا گیا ہے۔ یونانی اور لاطینی مآخذ سے بھی اس کے متعلق بہت کم معلومات دستیاب ہیں۔

عرب کی عوامی روایات میں بحرین کے کچھ گم شدہ قبائل کا ذکر ملتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانے میں بحرین کی آبادی میں بنوعدنان کے قبیلہ عبدالقیس کی اکثریت تھی۔ آنحضور ﷺ نے جب العلاء بن الحضرمی کو مشرق کی طرف مہم جوئی کے لئے بھیجا تو اس وقت بحرین ایک ایرانی حاکم کے ماتحت تھا۔

پہلی صدی ہجری/ساتویں صدی عیسوی میں خارجی یہاں قدم جمانے میں کامیاب ہو گئے۔ خارجیوں نے بخدہ بن عامر اور ابوفدیک کی قیادت میں اپنی حکومت کا مرکز قائم کیا۔ اُن کے عہد میں عیسائی اور یہودی خاصے سرگرم تھے۔

آٹھویں صدی عیسوی میں یہاں عباسیوں کی حکومت قائم ہوئی۔ اُن کے دور میں قرامطہ کا فتنہ اٹھا۔ 317ھ/930ء میں قرامطی مکہ سے حجر اسود اکھاڑ کر بحرین لائے جو تقریباً بیس سال تک وہاں

پڑا رہا۔ 1058ء تک بحرین قرامطہ کے قبضے میں رہا۔ 1059ء میں ابوالبہلول العوام نے قرامطہ کو فیصلہ کن شکست دے کر عباسی خلیفہ کے نام پر دوبارہ صحیح العقیدہ اسلامی حکومت قائم کی۔

1235ء میں بحرین اور قطیف پر فارس کے سلغری اتابک ابوبکر بن سعد کی فوج نے قبضہ کر لیا۔ کچھ عرصے کے بعد عامر ربیعہ کی ایک شاخ بن عصفور کے تحت بحرین آزاد ہو گیا۔ 1330ء میں یہ جزیرہ ہرمز کے حکمران کی مملکت میں شامل کر لیا گیا۔ پندرہویں صدی کے وسط میں عامر ربیعہ نے بحرین کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ 1514ء میں پرتگالی بحرین پہنچے اور اس پر مسلط ہو گئے اور 1602ء تک وہ اس پر قابض رہے۔ عثمانی بحری بیڑے نے پرتگالیوں کو یہاں سے نکال باہر کیا' لیکن عثمانی اپنا مستقل قبضہ برقرار نہ رکھ سکے تو 1602ء میں شاہ عباس اوّل کے عہد میں ایرانیوں نے بحرین پر قبضہ کر لیا۔ وہ تقریباً 150 سال تک یہاں قابض رہے۔

ایرانیوں نے ساحل ایران پر آباد عربی النسل جبارہ اور آل نصر کے ذریعے بحرین پر حکومت کی۔ 1783ء میں الحساء کے عرب صوبے کے شیخ احمد بن خلیفہ نے آلِ نصر کو بحرین سے نکال دیا اور وہاں خاندان خلیفہ کی حکومت قائم کر دی۔ آج تک یہی حکومت قائم ہے۔ قیمتی موتیوں کی تجارت پر مسقط والوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ بحرین والوں نے اُن سے تجارتی مقابلہ شروع کیا۔ اسی بناء پر مسقط کے اباضی حکمران 45 سال تک بحرین پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ انہوں نے بحرین پر پہلا حملہ 1801ء میں کیا۔ آلِ سعود نے آلِ خلیفہ کا ساتھ دیا' لیکن ان دونوں حکمران خاندانوں میں زیادہ دیر تک نہ بن سکی۔ بالآخر آلِ خلیفہ نے 1820ء میں حکومت برطانیہ سے معاہدے کئے جن کی رو سے بحرین پوری طرح سے برطانیہ کے تسلط میں چلا گیا۔

برطانوی اقتدار

مصریوں' ایرانیوں' جرمنوں اور روسیوں کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کو روکنے کے لئے برطانیہ نے 1820ء میں بحرین سے ایک معاہدہ کیا۔ 1914ء تک بحرین پوری طرح برطانیہ کے زیرِ سیادت آ گیا۔ اس کے خارجی معاملات بھی انگریزوں نے اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ 1932ء میں یہاں تیل دریافت ہوا' جس سے خوشحالی کے نئے دور کا آغاز ہوا۔ 1946ء میں برطانیہ کے پولیٹیکل ریذیڈنٹ کا صدر دفتر بوشہر (ایران) سے بحرین منتقل ہو گیا۔ 1970ء تک ایران بحرین پر اپنی سیادت و ملکیت کا دعویٰ جتاتا رہا۔

1971ء۔ 5/اگست کو مکمل آزادی ملتی ہے۔ ستمبر میں بحرین اقوام متحدہ اور عرب لیگ کا رکن بنتا ہے۔

1973ء۔ نیا آئین نافذ ہوا اور دسمبر میں قومی اسمبلی کے لئے عام انتخابات ہوئے۔

1975ء۔ امیر بحرین شیخ سلیمان خلیفۃ الخلیفہ اور وزیر اعظم کے درمیان اختیارات کا تنازعہ

اٹھا تو اگست 1975ء میں امیر نے قومی اسمبلی تحلیل کر دی۔

1976ء۔ بحرین کو بین الاقوامی پارلیمانی یونین سے خارج کر دیا گیا۔

1981ء۔ 16 دسمبر کو بغاوت کے ذریعے اقتدار پر قبضہ کرنے کی سازش ہوئی۔ سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کی سکیورٹی کی بروقت اطلاع سے بغاوت کے سرغنہ گرفتار کر لئے گئے۔ اُن کا تعلق ایران کی زیرزمین تحریک ''اسلامی فرنٹ برائے آزادیٔ بحرین'' سے تھا۔

1987ء' دسمبر۔ بحرین کے تین شہری ایران کے لئے جاسوسی کرتے ہوئے پکڑے گئے۔ عرب قوم پرست اور بعث پارٹی زیرزمین سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ ملک کی غالب آبادی شیعہ ہے۔ بحرین میں 85 فیصد مسلمان ہیں جن میں سے 70 فیصد شیعہ اور 30 فیصد سنّی ہیں' جبکہ برسراقتدار خاندان سنّی مسلک سے تعلق رکھتا ہے۔ اس وجہ سے یہاں شیعہ سنّی تنازعہ اکثر رہتا ہے۔ ایران شیعہ آبادی کی حمایت کرتا ہے' اس لئے مسئلہ اور بھی سنگین رہتا ہے۔

بحرین امریکا برطانیہ کا قریبی حلیف ہے۔ یہاں امریکا کا فضائی' برّی اور بحری اڈہ ہے۔ 1991ء کی خلیج کی جنگ میں اور پھر 2003ء میں جنگ عراق میں بحرین امریکی برطانوی افواج کا مستحکم فوجی مرکز تھا۔ امریکا کے پانچویں بحری بیڑے کا ہیڈکوارٹر بحرین ہے۔

1999ء میں شیخ عیسیٰ بن سلیمان الخلیفہ مسلسل چالیس برس تک حکمرانی کے بعد وفات پا گئے۔ اُن کے بعد اُن کے فرزند شیخ حماد بن عیسیٰ الخلیفہ تخت نشین ہوئے۔ انہوں نے اپنے والد کے طرزِ حکومت کے برعکس جمہوری عمل کی طرف داری کی۔ قوانین کو نرم کیا۔ جلاوطن باشندوں کو عام معافی دی۔ بدوؤں کو شہریت دی۔

2001ء فروری کے ریفرنڈم میں خواتین کو پہلی مرتبہ رائے دہی کا حق دیا گیا۔ خاندانی حکومت کو آئینی بادشاہت میں تبدیل کیا گیا۔

2002ء' اکتوبر میں آئین کے مطابق پہلی مرتبہ پارلیمانی انتخابات ہوئے۔

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات و احادیث درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔